واحد علاج

اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل و اسباب پر حاوی اور جامع ہو تو اس کو بتایا جا سکتا ہے کہ علماء حق و مرشدین کاملین کا فقدان اور علماء سوء و مفسدین دجالین کی کثرت۔

اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملہ میں اس کا علاج کیا ہے؟ تو اس کو امام مالکؒ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہیئے کہ "لا یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا" یعنی امتِ مرحومہ کے آخری دور کی کبھی اصلاح نہ ہو سکے گی۔ تاوقتیکہ وہی طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن کریم کے اصلی و حقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کیے جائیں۔

○

البلاغ جلد ۱ شمارہ ۱ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

مغفرت طلب کرنے کا بیان

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنها قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يُكْثِرُ اَنْ يَقُولَ قَبْلَ مَوْتِهِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللهَ وَ اَتُوبُ اِلَيْهِ (بخاری مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم اپنی وفات شریفہ سے قبل بکثرت یہ کلمات فرماتے۔ سبحان اللہ، آخر تک ۔۔۔ جن کا ترجمہ یہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہیں اپنی تعریف کے ساتھ، میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ "ہر جی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" (آل عمران) سورۂ رحمٰن میں ہے۔ "ہر چیز پر فنا طاری ہونے والی ہے اور بقا صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی والی ذات کو حاصل ہے۔" اور سورۂ قصص کے آخر میں ہے "ہر چیز ہلاک و فنا ہونے والی ہے۔ سوائے اللہ کی پاک ذات کے"۔

بعض لوگوں نے حضور نبی کریم سلام اللہ تعالیٰ علیہ وصلاتہ کے متعلق جب کہا کہ آپ عنقریب مر کر فنا ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو ایسا کہنے والے سدا دنیا میں رہیں گے"۔ اور ایک جگہ فرمایا "انہوں نے بھی دنیا سے جانا ہے آپ نے بھی، پھر تم سبھی اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جاؤ گے"۔

مختصر یہ کہ موت کا حقیقت کے طور اللہ تعالیٰ نے تعارف کرایا اور روزانہ "یہ مرا وہ مرا، اس کی نعش آئی وہاں کا جنازہ اٹھا" جیسی باتیں واقعات و حقائق کے طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں اور ہر شخص نے زندگی میں دسیوں پڑھے اور مرنے والوں کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی۔ لیکن موت کے معاملہ میں اسلام کا نقطۂ نظر دوسرے مذاہب و ادیان سے مختلف ہے اسلام موت کو "نقل مکانی" کا نام دیتا ہے۔ بفحوائے حدیث نبوی اسے ایک ایسے پل سے تعبیر کرتا ہے جو وصالِ حبیبؐ کا ذریعہ بنتا ہے۔ جس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ مرنے کے بعد ایک نئے انداز کی زندگی شروع ہوتی ہے جس کا ایک حصہ قبر و برزخ کا ہے دوسرا حصہ قیامت و یوم جزاء کا۔ قبر و برزخ کے متعلق حضور علیہ السلام کے تفصیلی ارشادات موجود ہیں اسے آپ نے "روضة من رياض الجنة" بتلایا کہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اور اس کے بالمقابل اسے جہنم کا گڑھا بھی بتایا یعنی اچھے اور برے انسان کے حق میں قبر کی یہ حالتیں مختلف ہوں گی۔ عذاب ثواب قبر کا مسئلہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک مسلمہ مسئلہ کے طور پر موجود ہے اور جزاء و قیامت کے دن کا جہاں تک تعلق ہے تو قرآن و حدیث کی تشریحات و تفصیلات کا سلسلہ لاتناہی ہے۔

(باقی ۳۱ پر)

جلد ۲۵ ؛ شمارہ ۵۲
۱۳ شعبان ۱۴۰۰ھ ؛ ۲۷ جون ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری
مدیر : محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰ روپے ، ششماہی -/۳۰ روپے
	سہ ماہی -/۱۵ روپے ، فی پرچہ ۵۰/۱ روپیہ

حضرات علماء کرام سے !

وقت کا تقاضا ہے کہ . . . . .

صدر پاکستان کی طرف سے سیاسی ڈھانچہ کی تشکیل اور اس سلسلہ میں بحث و مباحثہ سے متعلق اپنی معروضات کا ایک حصّہ گذشتہ شمارہ میں پیش کر چکے ہیں۔

دوسرا حصہ جس کا تعلق حضرات علماء کرام سے ہے اس سے متعلق چند معروضات آج کی صحبت میں پیش خدمت ہیں۔

ہماری سوچی سمجھی رائے تھی اور ہے کہ اللہ جلشانہٗ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے رشد و ہدایت کا جو پیغام بھیجا وہ انسانوں کی ہر ضرورت کو پورا کرتا اور ان کے تمام دکھوں کا مداوا ہے۔

اس پیغام حق و صداقت کی تعبیر و ترجمانی کا حق انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں اس دین اسلام کو سیکھنے اور سمجھنے میں خرچ کر دیں۔ جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو کسی دوسرے طبقہ کی اس سے توہین نہیں ہوتی اور نہ ہی خدانخواستہ ہمارا ایسا مقصد ہوتا ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قرآن و سنت کے عالم اور رمز شناس میڈیکل اور انجینئرنگ کے رازہائے درون خانہ سے واقف نہیں —— ظاہر ہے کہ اس میں علماء کی توہین کا کوئی پہلو نہیں لیکن ہمیں یہ گلا ہے اور بجا طور پر کہ وطن عزیز میں ہر طبقے کو ہمیشہ اس کا جائز حق ملا اور جس معاملہ میں کسی کی حیثیت مسلّم تھی اس پر اس معاملہ میں اعتماد کیا گیا لیکن ایک دین اسلام اتنا مظلوم ہے کہ اس

کے لیے اس طبقہ پر اعتماد نہیں کیا جاتا جو اس کا بجا طور پر مستحق ہے اور جب اس صریح دھاندلی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو بڑی ڈھٹائی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ دین اسلام پر مولوی کی اجارہ داری تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ حالانکہ اس میں سوال اجارہ داری کا نہیں بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مولوی اپنی محنت کی وجہ سے اس کا استحقاق رکھتا ہے کہ اسے اس معاملہ میں اتھارٹی سمجھا جائے۔

یہ ایک ایسی دردناک داستان ہے جس کو بارہا دہرایا گیا اور آج تک اس کا مداوا نہیں ہو سکا اور جب تک کج رو اور کج فہم لوگ ملّت کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں اس وقت تک اس کا مداوا مشکل ہی نظر آ رہا ہے ـــــ تاہم حضرات علماء کرام سے یہ درخواست بے جا نہ ہوگی کہ عنداللہ و عندالناس سرخرو ہونے کے لیے وہ وقت کے اس چیلنج کو قبول کریں اور آگے بڑھ کر ایک بار پھر ۱۹۵۱ء کے ۲۲ نکات کی طرح ایک مستند دستاویز جو نہ صرف سیاسی ڈھانچہ کے نظم و ترتیب پر مشتمل ہو بلکہ اسلام کو ایک اکائی تصور کرکے جیسا کہ اس کا حق ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں زندگی کے تمام شعبوں میں اپنا فرض ادا کیا جائے۔

بعض قومی اخبارات میں بعض سیاست دان اور دوسرے حضرات کے انٹرویو پچھلے دنوں نظر سے گذرے جن کا تعلق اسلام کے سیاسی ڈھانچہ سے ہے، ایک سیاست دان نے جس کے متعلق ہمارے تصوّرات بہت اچھے تھے ایسے عجیب و غریب خیالات کا اظہار کیا کہ توبہ بھلی ـــــ موصوف نے اسلام کے شورائی نظام اور مروجہ جمہوری نظام کو ایک ہی حقیقت کے دو عنوان قرار دیا۔ حالانکہ یہ بات جتنی غلط اور نادرست ہے اس سے اہل علم ناواقف نہیں ـــــ لیکن اگر اہل علم نے اپنی ذمّہ داریوں کا احساس نہ کیا اور ہر کسی نے اس طرح اسلام کی ترجمانی شروع کر دی تو کل کو اور بھی اس طرح کی باتیں رونما ہو سکتی ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ مختلف مسالک فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کا باہمی انتشار علماء کے وقار کو مجروح کرنے کا ذریعہ بن رہا ہے اور پھر ہر مکتب فکر کے علماء میں کچھ تو وہ ہیں جو بالکل ایک کونے میں چپ سادھے حالات کا تماشہ دیکھ رہے ہیں اور جو عملی زندگی میں مصروف عمل ہیں انہوں نے اسلام سے زیادہ مروّجہ جمہوری اداروں کے لئے حرکت و عمل شروع کر رکھی ہے یہ سارا ہی قصہ نادرست ہے۔ اور ہماری خواہش ہے کہ ملک بھر کے اہل علم و دانش پورے احساس ذمہ داری سے آگے بڑھ کر قوم کی واضح اور ٹھوس رہنمائی کریں تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی خلجان نہ رہے اور قوم اپنی منزل کو پالے۔

علم

ملّت کا سرمایہ اسطرح لٹو مائیں

ایک سال کی پہلی ششماہی میں دو عدد وزرائے خارجہ کی کانفرنسیں منعقد ہونے کے بعد اگلے ماہ تیسری ہنگامی کانفرنس جدّہ میں منعقد کرنے کا اعلان ہوا ہے۔ ادھر پاکستان کے وزیر خارجہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک دوروں میں مصروف ہیں اور ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے ملک تشریف لے جا رہے ہیں۔ ضرورت کے تحت کانفرنسیں اور دورے کوئی بری چیز نہیں ہے لیکن ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ ملّت کے سرمائے کو بے دریغ انداز سے لٹائے اور نشستند، گفتند

(باقی ۱۰ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

شب برأت کی قدر کریں

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

محترم حضرات! شعبان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ احادیث میں اس مہینہ کے متعلق آتا ہے کہ اس کو حضور علیہ السلام نے اپنا مہینہ قرار دیا اور اس کے بعد رمضان کے مہینے کو اللہ کا۔ مہینے سب اللہ کے ہیں، لیکن یہ محض سمجھانے کی باتیں ہیں۔ آپؐ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے گویا رمضان کے استقبال کی تیاری ہوتی لیکن آپؐ نے امت کو اس مہینہ میں بکثرت روزوں سے روکا کہ نقاہت اور اضمحلال آئندہ رمضان کے فرض روزوں کے لیے موجب پریشانی نہ ہو۔ تاہم اس میں ایک رات ایسی ہے جس کی بڑی فضیلت ہے بالعموم اسے شب برأت کہا جاتا ہے اس کی بڑی فضیلت ہے۔ اس کے اعمال کا حدیث میں ذکر ہے۔ اس رات کے متعلق چند باتیں اس لیے پیش کی جا رہی ہیں کہ وقت سے پہلے ذہن میں تازہ ہو جائیں اور عمل کی توفیق ہو جائے۔

ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے جو مختلف چھوٹے چھوٹے رسائل سپرد قلم فرمائے اور وہ لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر مفت تقسیم ہوئے اور امت کے بڑے طبقہ کی اصلاح کا ذریعہ بنے ان میں ایک رسالہ شب برأت کے احکام پر مشتمل ہے اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت اور دوسرے اسلاف کی قبروں کو اپنی رحمتوں سے بھر دے ان حضرات کی محنت و سعی سے ہم جیسوں کے لیے علم اتنا آسان ہو گیا کہ محض تھوڑی سے توجہ سے ہم اپنے قلب و نظر کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔

قرآن عزیز کی سورۂ دخان کی ایک آیت سے متعلق بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے یہ رات مراد ہے لیکن یہ بات زیادہ صحیح نہیں بلکہ اس "لیلۃ مبارکۃ" سے رمضان شریف کی شب قدر مراد ہے۔ البتہ حدیث میں ہے کہ جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو رات میں قیام کرو اور اگلے دن روزہ رکھو کیونکہ اس شب اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلّی غروب آفتاب کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر ظاہر ہو جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے، کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں، کوئی رزق لینے والا ہے کہ میں اسے رزق دوں، کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اسے چھڑا دوں وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ سلسلہ صبح تک ہوتا ہے۔

گویا اس رات میں قیام اور اگلے دن کا روزہ اللہ کے نبیؐ کی سنّت اور آپؐ کا مقدس طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کردہ حدیث کے مطابق اس رات میں حضور علیہ السلام کا قبرستان میں تشریف لے جانا اور وہاں اہل

قبور کے لیے دعا کرنا ثابت ہے
ظاہر ہے کہ قبر بڑی عجیب جگہ
ہے جہاں پہنچ کر انسان کو
زندگی کی بے ثباتی کا اندازہ و
احساس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ
اس رات میں گنہگاروں کی بخشش و
نجات کا ایک طول طویل سلسلہ
ہوتا ہے۔ حدیث کے بقول عرب
کے قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے
بالوں کے برابر گنہگاروں کو معاف
کیا جاتا ہے لیکن آپ حیران ہوں گے
کہ بفحوائے حدیث کینہ ور کی بخشش
پھر بھی نہیں ہوتی۔ بعض گناہوں
کی شدت ہوتی ہے کہ الامان! انہی
میں کینہ ہے جو ایسے موقعہ پر بھی
ناقابل معافی ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام
کے ارشادات کے مطابق جو بچہ
آئندہ سال پیدا ہونے والا ہوتا ہے
وہ اور مرنے والا جو ہوتا ہے
اس کا بھی معاملہ اس رات طے
ہوتا ہے نیز بندوں کے رزق کے
فیصلے ہوتے ہیں اس لیے بعض
اہلِ دل اس رات کو بجٹ کی
رات کہتے ہیں۔

یہ گذارشات احادیث کے
خلاصہ کے طور پر کی گئیں جن سے
معلوم ہوتا ہے کہ رات کا قیام
دن کا روزہ، قبرستان جانا اور توبہ
و استغفار کے ساتھ دنیا میں اہل
حقوق سے اپنے حقوق اور نرمی گرمی
کی اصلاح اور معافی تلافی کرنا اس
رات کے ناگزیر تقاضے ہیں۔ باقی
جو رسومات ہمارے معاشرہ میں
ناسور کی طرح پیدا ہو چکی ہیں
جن میں آتش بازی کی مختلف شکلیں
اور کھانے پینے کے مسرفانہ طور
طریقے ہیں وہ کسی طرح اس عظیم
رات کے مناسب نہیں اور ایسا
کرنا سوائے بدبختی کے اور کچھ
نہیں۔ آپ حضرات یہاں آتے ہیں
کچھ لے کر جائیں۔ یہی اصل مقصد
ہے۔ اپنے اعمال کی اصلاح اور
دوسروں میں تبلیغ وقت کی ناگزیر
ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حسن عمل
کی دولت سے نوازے اور ہر گھڑی
ہر دن ہر رات اپنی یاد میں
بسر کرنے کی توفیق دے اور جو
خاص ایام اور راتیں ہیں ان کے
حق پہچاننے کی توفیق مرحمت ہو۔

آج کا دن کام کا ہے حساب کا نہیں، کل کا دن حساب کا ہوگا کام کا نہیں

نظام العلماء پاکستان ضلع لاہور

درس کے پروگرام

<u>قینچی امر سدھو</u>: ۲۸ جون بروز ہفتہ
بعد از نماز عشاء۔ مولانا مخدوم منظور احمد
صاحب، مولانا محمد اسحٰق صاحب جامع مسجد
فیروزپور روڈ۔

<u>قلعہ محمدی</u>: ۲۹ جون بروز اتوار بعد از نماز
عشاء مولانا حمید الرحمٰن صاحب، قاضی
محمد یونس صاحب، جامع مسجد نورانی قلعہ محمدی

<u>بلال گنج</u>: ۳۰ جون بروز سوموار بعد از نماز
عشاء مولانا اللہ داد صدیقی، قاری محمد حنیف
صاحب عثمانی، سردار پچیل بلال گنج۔

<u>باغبانپورہ</u>: یکم جولائی بروز منگل بعد از نماز
عصر، قاری محمد یونس صاحب، مولانا سیف الرحمٰن
صاحب، جامع مسجد امن اہلسنت والجماعت

<u>نولکھا</u>: ۲ جولائی بروز بدھ بعد از نماز عصر
مولانا حمید الرحمٰن صاحب، مولانا بدیع الزمان صاحب
نظامی ہوٹل نولکھا بازار۔

<u>لوہاری</u>: ۳ جولائی بروز جمعرات بعد از نماز
عشاء، مولانا حمید الرحمٰن صاحب، مولانا
شاہ محمد صاحب، جامع مسجد ٹوپلیاں۔
اندرون لوہاری دروازہ۔

<u>شیرانوالہ گیٹ</u>: ۵ جولائی بروز ہفتہ
بعد از نماز عشاء، قاری محمد یونس صاحب
مولانا اللہ داد صدیقی صاحب، مدرسہ
قاسم العلوم انجمن خدام الدین شیرانوالہ۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب: علوی

زکوٰۃ کا فلسفہ

بھوک اور افلاس کا ختم کرنا ہے!

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد الحمد والصلوٰۃ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

"خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔" صدق اللہ العظیم

محترم حضرات! سورۂ توبہ کی یہ ۱۰۳ ویں آیت ہے جس کا ترجمہ ہے:۔

"ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے کر اس سے ان کے ظاہر کو پاک اور باطن کو صاف کر دے اور انہیں دعا دے بیشک تیری دعا ان کے لیے تسکین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

حضرات گرامی! زکوٰۃ اسلام کے بنیادی فرائض و ارکان میں سے ایک ہے۔ حضور علیہ السلام کے مشہور ارشاد کے مطابق جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے ان میں سے ایک زکوٰۃ ہے۔ جس شخص کے پاس شریعت مطہرہ کے ضابطوں کے مطابق ایک خاص مقدار میں (جسے اصطلاحی زبان میں نصاب کہتے ہیں) سرمایہ ہو اس پر زکوٰۃ لازم ہے اور کامل سال گذرنے کے بعد وہ مقررہ مقدار ادا کرنا ضروری ہے اگر ادائیگی نہ کی جائے تو انسان اللہ کا مجرم ہوتا ہے اور خالص اسلامی بنیادوں پر قائم حکومت اس سے باقاعدہ مواخذہ کر سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مانعین زکوٰۃ سے جہاد فرمایا اور بعض حضرات نے ان سے متعلق نرمی کا مشورہ دیا تو سختی سے اس مشورہ کو جھٹک دیا اور فرمایا کہ اونٹنی کا بچہ جو بطور زکوٰۃ دینا لازمی ہوگا اگر اسے بھی روکا گیا تو میں روکنے کے خلاف جہاد کروں گا۔

حولانِ حول

زکوٰۃ کے لیے نصاب کے ساتھ ساتھ کامل سال کی شرط ہے یعنی کامل سال کا گذرنا جیسے کہ اوپر اشارہ کیا گیا اس کے لیے شریعت مطہرہ میں کوئی وقت مقرر نہیں بس سال گذرنا ضروری ہے۔ لوگ باگ اپنی سہولت کے لیے ایک خاص وقت مقرر کر لیتے ہیں اور اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ہمارے دیار میں بالعموم رمضان شریف میں ایسا کیا جاتا ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہے، کہ اس مہینہ میں کی گئی ہر نیکی کا

ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔
ویسے خلوص نیت سے جو کام
جس وقت کیا جائے بفضلہٖ مقبول
ہوتا ہے تاہم مخصوص ایام اور
مخصوص گھڑیوں کی فضیلت کا
انکار نہیں۔ اسی مناسبت سے
چند باتیں پیش خدمت ہیں ـــ
یوں بھی دیکھا جائے تو آج کل
"اسلامی نظام" کے بہت چرچے
ہیں اور زکوٰۃ کے سلسلہ میں تو
بعض اعلان بھی ہوئے ہیں اور
زکوٰۃ کمیٹیاں وغیرہ بھی بنائی گئی
ہیں اس لیے بھی چند گذارشات
ضروری ہیں۔

زکوٰۃ کا نصاب

ہر مسلمان جو بالغ عاقل
اور آزاد ہو نیز اس کے پاس
نصاب کے برابر مال ہو اس پر
زکوٰۃ لازم ہے۔ زکوٰۃ کے لیے
۲۰ مثقال سونا اور دو سو
درہم چاندی ہے۔ جب کہ
جانوروں کی تفصیل اس طرح
ہے کہ چالیس سے کم بکریوں
پر تو زکوٰۃ نہیں ۴۰ سے ۱۲۰
تک میں ایک جانور، ۱۲۱ سے
۲۰۰ تک میں دو جانور،
۲۰۱ سے ۳۹۹ تک میں ۳ جانور
اور ۴۰۰ پر ۴ جانور، اس کے
بعد ہر سو پر ایک سال کا
جانور دینا ہوگا۔ اسی طرح گائے
بھینس، اونٹ وغیرہ کا معاملہ
ہے جس کی تفصیل بوقت ضرورت
معلوم کی جا سکتی ہے نیز کھیت
کی پیداوار میں بھی زکوٰۃ لازمی ہے
جس کو اصطلاحاً عشر کہا جاتا ہے
جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ ایسی
زمین جو بارش وغیرہ سے سیراب
ہوتی ہو یعنی قدرتی طور پر اس
میں دسواں حصہ اور جس کی سیرابی
میں خرچ اخراجات ہوتے ہوں
اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ)
دینا ہوگا۔ سورۂ انعام میں عشر
کا باضابطہ حکم موجود ہے

زکوٰۃ کے مستحقین

جس طرح زکوٰۃ کے لیے
نصاب وغیرہ کی تفصیلات قرآن و
سنت میں موجود ہیں اسی طرح اس
کے مصارف کا بھی ذکر ہے۔ سورۂ
توبہ کی آیت ۶۰ میں تفصیلات
موجود ہیں محض ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔
"زکوٰۃ مفلسوں اور محتاجوں
اور اس کا کام کرنے والوں
کا حق ہے اور جن کی دلجوئی
کرنی ہے اور غلاموں کی
گردن چھوڑانے میں، اور
قرض داروں کے قرض میں
اور اللہ کی راہ میں، اور
مسافر کو، یہ اللہ کی طرف
سے مقرر کیا ہوا ہے اور
اللہ جاننے والا حکمت والا
ہے۔" (حضرت لاہوریؒ)
گویا آٹھ قسم کے افراد
ہیں ان میں سے پہلا نمبر فقراء
کا ہے۔ جس کا مطلب ہے وہ
لوگ جو غریب ہیں اور گو کہ
ان کے پاس بنیادی ضروریات سے
زائد مال ہو لیکن نصاب کے
برابر نہ ہو۔
دوسرا طبقہ مساکین کا ہے
اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو
لاچار ہو کر بھیک مانگنے پر
مجبور ہو جاتے ہیں۔ تیسری قسم
عاملین کی ہے اس سے مراد وہ
لوگ ہیں جو شرعی بنیادوں پر
پر قائم حکومت کی طرف سے
زکوٰۃ جمع کرنے پر متعین ہوں۔
چوتھی قسم مؤلفۃ القلوب
کی ہے لیکن اس کا حکم اب نہیں
اور یہ بات صدر اوّل میں طے
ہو چکی تھی۔ رقاب سے مراد وہ
غلام ہیں جن کے آقاؤں نے
انہیں آزاد کرنے کے لیے ان
سے کسی مقررہ رقم کا معاہدہ کر
لیا ہو اور غارمین سے مراد وہ
مقروض لوگ ہیں بشرطیکہ انہوں
نے قرضہ کسی ناجائز یا غیر اسلامی
ضرورت کے لیے نہ لیا ہو۔ فی
سبیل اللہ سے مراد وہ لوگ
ہیں جو شریعت کی نظر میں مسافر
ہوں دورانِ سفر بنیادی ضروریات
بھی پوری کرنے سے قاصر ہوں

چاہے وہ گھر پر مالدار ہی کیوں
نہ ہوں۔

نیز یاد رکھیں کہ زکوٰۃ اپنے
اصول و فروع یعنی باپ دادا
(اوپر کے عزیز) اور بیٹا پوتا
(نیچے کے عزیز) کو دینا درست
نہیں۔ مساجد و مدارس کی تعمیر،
مؤذن، امام، استاذ، ملازم کی
تنخواہ میں صحیح نہیں۔ غیر مسلموں
کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔
"سادات" اس کے مستحق نہیں۔

زکوٰۃ کا فلسفہ

مسائل کی تفصیلات کا قصہ
بہت دراز ہے اس لیے اسے
مختصر کرتے ہوئے ایک خاص بات
کی طرف توجہ دلانی ضروری ہے
اور وہ یہ ہے کہ "زکوٰۃ" اسلامی
معیشت میں بڑی اہمیت کی حامل
ہے لیکن ایسی بھی نہیں کہ سارے
نظام معیشت کا اسی پر انحصار
ہو۔ اسلامی نظام معیشت میں اس
سے آگے بھی کئی مقامات ہیں۔
مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"اور ان کے مال میں سوال
کرنے والے اور محتاج کا
حق ہوتا ہے۔" (الذاریات ۱۹)

اور ارشاد ہے:۔

"ہرگز نیکی میں کمال حاصل
نہ کر سکو گے یہاں تک کہ
اپنی پیاری چیز سے کچھ
خرچ کرو۔" (البقرہ: ۲۱۹)
ترجمہ حضرت لاہوری"

آیات کا ترجمہ اپنے مفہوم
کے اعتبار سے بالکل واضح ہے
اور سورہ ذاریات کی پیش کردہ
آیت سے متعلق بالعموم اہل علم
یہی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد
یہ ہے کہ سائل و محروم کے لیے
زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ بھی مال میں
حق ہے اور یوں دیکھا جائے تو
بہت سے عزیز ایسے ہیں جنہیں
زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی لیکن ان
کی خدمت اور ان سے صلہ رحمی
اور ایثار کا حکم قرآن میں موجود
ہے۔ اس لیے ہم نے کہا کہ یہ
پہلی سیڑھی ہے تاہم اگر اس سیڑھی
کو بھی صحیح طرح استعمال کیا جائے
تو خاطر خواہ نتائج برآمد ہو سکتے
ہیں لیکن جس طرح ہمارے یہاں
انفرادی طور پر زکوٰۃ لی دی جاتی
ہے یا جس طرح اب اجتماعی نظم
قائم کیا گیا ہے اس سے زیادہ
حوصلہ افزا نتائج برآمد ہونے کی
قطعاً توقع نہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں جس
قدر بے احتیاطیاں برتی جاتی ہیں
ان کا ہمیں بڑی حد تک علم و
مشاہدہ ہے۔ آج کل بالعموم لوگ
مساجد و مدارس، قبرستان اور اسی
نوع کے رفاہی اداروں کی تعمیر و
ترقی میں زکوٰۃ کا مال بے دریغ
خرچ کر ڈالتے ہیں حالانکہ ایسا
کرنا بالکل جائز اور درست نہیں
اور پھر ایسے مقاصد کے لیے جن
مکروہ حیلوں سے کام لیا جاتا ہے
اور تملیک کی رسم کو آڑ بنا کر
ایسے مقاصد پر یہ روپیہ خرچ
کیا جاتا ہے وہ نفس و فریب
کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔
خواتین نصاب کے برابر زیورات
ہونے کے باوجود ان میں سے
زکوٰۃ نہیں دیتیں حالانکہ یہ سنگین
جرم ہے۔

اور جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں
وہ بالعموم اپنی مقررہ زکوٰۃ کا
الگ سے حساب رکھ لیتے ہیں،
سال یا سال کا اکثر حصہ تھوڑی
تھوڑی مقدار میں اور بسا اوقات
شرمناک حد تک قلیل مقدار میں
دیتے رہتے ہیں حالانکہ اس سے
یہ فائدہ تو ہوتا ہے کہ کچھ ہاتھ
سدا دینے والے رہیں تو کچھ ہمیشہ
بھیک مانگتے رہیں۔ روایت و
درایت کی روشنی میں یہ بڑا
ہی ظالمانہ عمل ہے کہ ایک طبقہ
ہمیشہ ہی بھیک مانگنے پر مجبور
رہے۔ اس کے برعکس جو کچھ
صحیفۂ خداوندی سے معلوم ہوتا
ہے اور سنت و تعامل صحابہ
جس کی وضاحت و تفصیل میں
پیش کیے جا سکتے ہیں وہ تو یہ
ہے کہ واقعی ضرورت مند اور مجبور

معذور لوگوں کا اجتماعی نظام قائم کیا جائے حکومت ان کی خبر گیری کرے۔ انہیں وظائف دے جو عادی اور پیشہ ور بھکاری ہیں کام پر لگایا جائے اور وقت و حوادث کسی کی معاشی حالت کو زیر و زبر کر دیں وہ قرض و تنگدستی کا شکار ہو جائے تو اسے از سرِ نو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا تقاضائے دین و دانش ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کس شخص کو اتنی رقم دیں کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے صحیح نہیں حالانکہ یہ فارمولا غلط ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی جو فرض ہوتی ہے وہ سال کے بعد ہوتی ہے۔ اب اگر ایک شخص سینکڑوں ہزاروں کا مقروض ہے تو اس کے قرض کی ادائیگی لازمی اور ضروری ہے اور اس میں دُہرا ثواب ہے، نیز معاشی طور پر پٹے ہوئے کو معقول سرمایہ سے کام پر لگا دینا غلط نہیں بلکہ بڑا ہی مقدس عمل ہے۔

ان ارشادات پر توجہ کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں حسن نیت اور اصلاح اعمال کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

بقیہ: شذرہ

اور برخاستند والی بات ہے اور بس! پہلی دو کانفرنسوں کے بعد اب تیسری کانفرنس میں کیا ہوگا؟ محض ایک مشترکہ اعلامیہ اور چند قراردادیں یا کچھ اور بھی۔

ہم نے اس سے قبل کئی بار عرض کیا کہ جغرافیائی طور پر مربوط اور عقیدہ و فکر کے اعتبار سے ہم آہنگ ایک ارب اسلامیان عالم کا فرض ہے کہ وہ امریکی اور روسی لابی سے بے نیاز ہو کر دفاعی معاملات میں جب تک خود کفیل نہ ہوں گے اس وقت تک وہ دنیا میں امن و چین کی زندگی نہیں گذار سکیں گے۔

ہمارے سربراہوں، شہزادوں اور دوسرے متمول افراد کا دنیا میں ادھر سے اُدھر گھومنا کسی مسئلہ کا حل نہیں۔ مانا کہ قدرت نے تیل اور دوسرے ذرائع سے ہمیں بے پناہ دولت دی لیکن ہم نے اس کا مصرف کیا تلاش کیا؟

یورپ کے بینک ہماری دولت سے مالا مال ہیں اور ہم اس برتے پہ عیاشی میں مصروف! خوبصورت کالونیاں، نئے نئے ماڈل کی گاڑیاں، رنگین ٹی وی۔ وی سی آر۔ ریفریجریٹر اور دوسرا سامان تعیش، یہی ہماری معراج ہے اور جب کوئی قومی اور ملی مسئلہ کھڑا ہوتا ہے تو ایک عظیم کانفرنس منعقد کر کے اس پر لاکھوں روپیہ اڑا دیتے ہیں اور قراردادیں منظور کر کے کپڑے جھاڑ کر گھروں کو پلٹ جاتے ہیں اور ساتھ ہی ان قراردادوں کی وضاحت کے لیے بسیر شروع ہو جاتی ہے۔

اس اندازِ فکر کو بدلنا وقت کی ضرورت ہے۔ قرون اولےٰ کے سیدھے سادے مسلمانوں کی طرح خلوصِ نیت کے ساتھ سرگرم عمل ہونے سے ہماری نیا کنارے پر لگ سکتی ہے۔

امید ہے کہ ہماری یہ معروضات دنیائے اسلام کے "بڑوں" کے کانوں تک پہنچ کر عمل کا واضح اور متعین راستہ ہموار کرنے کا باعث ہوں گی۔

شعبان و شب برأت کے فضائل

مولانا محمد اجمل صاحب ، لاہور

دنیا کی تمام مذہبی اقوام خواہ ان کا تعلق کسی مذہب سے ہو۔ ہر قوم میں کچھ ایّام یا کچھ واقعات اور کچھ مقامات ایسے ضرور ہوتے ہیں جن کو وہ قوم تقدس اور عظمت اور احترام کی نظر سے دیکھتی ہے اور یہ بات مذہبی اقوام تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ قومیں جو مذہب پر یقین بھی نہیں رکھتیں ان کے ہاں بھی کچھ ایام اور مقامات کو عظمت اور احترام کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انسانی فطرت ہی یہ ہے کہ جن ایام اور اوقات کے ساتھ مذہبی و ملّی یا قومی و تاریخی اہمیت کا حامل کوئی واقعہ وابستہ ہوتا ہے اس کو یاد رکھنے کے لیے کوئی طریقہ ایسا مقرر کیا جائے جس سے اس احترام کی ذہنوں میں تجدید ہوتی رہے۔ اسی فطری اصول کے پیش نظر اسلام میں بعض مہینوں کو دوسرے مہینوں پر، بعض ایام کو دوسرے ایام پر، بعض راتوں کو دوسری راتوں پر اور بعض ساعتوں کو دوسری ساعتوں پر شرف و فضیلت حاصل ہے۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ زمانے کے بعض اجزاء کو دوسرے اجزاء پر یا بعض مکانوں کو اور بعض قطعات زمین کو دوسرے قطعات زمین پر ذاتی اعتبار سے کوئی فضیلت و برتری نہیں ہے لہٰذا فضیلت و شرافت فوقیت اور برتری خواہ کسی مخصوص حصّۂ زمان کو حاصل ہو یا کسی خاص قطعہ اراضی کو یقیناً زمانہ اور مکان کی حقیقت اور ذات سے باہر کسی صاحب فضیلت شے اور کسی صاحب شرف ہستی کی طرف نسبت سے حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ محقق سید محمود آلوسی مفتی بغداد اپنی مشہور و متداول تفسیر میں لکھتے ہیں ؛

ان الامکنة والازمنة کلها متساویة فی حد ذاتها لا یفضل بعضها علی بعض الا بما یقع فیها من الاعمال ونحوها او بحل لتدخل البقعة التی ضمنته صلی اللّٰہ علیه وسلم فانها افضل البقاع الارضیة والسماویة حتی قیل وبه اقول انها افضل من العرش۔

(روح المعانی ص۱۱۲ ج ۲۵ سورہ دخان)

اور اسی طرح علامہ اسمٰعیل حقی آفندی نے اپنی تفسیر روح البیان (ص۱۴ ج ۸ مطبوعہ بیروت) میں تحریر فرمایا ہے۔

اور علامہ ابوالحسنات لکھنوی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں ؛۔

قال الشیخ المحدث الحافظ ابن حجرؒ الازمنة والامکنة تتشرف بشرف من یکون فیها وما یکون فیها من المزایا والکمالات اھ ترجمہ ، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ زمانہ اور مکان کی فضیلت ان میں پائی جانے والی مخصوص شخصیتوں اور کمالات کی وجہ

سے ہوا کرتی ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ عبدالحی اردو کامل مبوب ص۱۵۴)

دیکھئے اور توجہ فرمایئے کہ رمضان کو دوسرے مہینے پر فضیلت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ماہ رمضان میں نفل عبادت کا ثواب فرض کے برابر ہے اور فرض عبادت کا ثواب ستر گنا زیادہ عطا کیا جاتا ہے اور یہ عظمت و فوقیت اس ماہِ مقدس کو اس لیے حاصل ہوئی ہے کہ اس میں نوعِ انسانی پر سب سے بڑا انعام یہ کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جیسی مقدس کتاب الٰہی کا اس مبارک مہینہ میں نزول ہوا ہے علیٰ ہٰذہ القیاس۔ ان ایام میں بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ خصوصی رحمتیں اور عنایتیں اپنے بندوں پر مبذول فرمائی ہیں۔ جن کو دوسرے ایام میں افضل قرار دیا گیا ہے بعینہٖ یہی نوعیت راتوں اور ساعتوں کی ہے۔

شعبان کی وجہ تسمیہ

ترجمہ: شعبان کو شعبان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں روزہ رکھنے والے کو خیر کثیر ملتی ہے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ یعنی شعبان میں اعمالِ خیر کی چونکہ زیادہ جزا ملتی ہے اس لیے اس کا نام شعبان رکھا گیا۔

فضائل شعبان

شعبان بھی بڑا مبارک مہینہ ہے بہت سی احادیث میں اس کی فضیلت آئی ہے۔ اس مبارک مہینہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ چنانچہ دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت اسامہ بن زید سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ شعبان شہری و رمضان شہر اللہ۔ (ترجمہ: شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے) اور یہ مبارک مہینہ مقدمہ ہے رمضان کا جیسا کہ ماہ شوال تتمہ ہے ماہ رمضان کا۔ آپؐ نے فرمایا رمضان کے انتظار میں شعبان کے دن گنتے رہو۔ اور اس مہینہ کی فضیلت اور زیادتی کے پیشِ نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے چنانچہ تیمناً دو حدیثیں درج کی جاتی ہیں:۔

۱۔ ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کسی اور مہینے میں اتنی کثرت سے آپؐ کو روزہ رکھتے نہیں دیکھا جتنی کثرت سے آپؐ شعبان میں روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، یہ مہینہ جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے۔ اس میں لوگ غافل رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں" (نسائی شریف)

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں پورے مہینے کے روزے رکھا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ اس کو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے اور بجز شعبان کے کسی پورے مہینے کے (نفل) روزے نہ رکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے کے لیے آپ شعبان کو بہت زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بیشک اے عائشہؓ سال میں جو شخص مرتا ہے اس کا وقت شعبان ہی میں متعین کر دیا جاتا ہے اس لیے میرا دل چاہتا ہے

کہ میرا وقت اس وقت مقرر کیا جائے کہ میں اپنے رب کی عبادت کر رہا ہوں اور عمل صالح میں مشغول ہوں

فضائل شب برأت

ماہِ شعبان کی پندرہویں رات کو جو فضیلت حاصل ہے وہ اسکے مختلف ناموں سے ظاہر ہے، چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اس مبارک رات کے چار نام ہیں،

لیلۃ الرحمۃ، لیلۃ مبارکۃ، لیلۃ الصک، لیلۃ البرأۃ،

اول دو ناموں کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ اس رات میں خصوصی رحمت و برکت کا نزول ہوتا ہے، اور آخری دو نام اس لئے ہیں کہ اس رات میں جہنم سے چھٹکارا حاصل ہو کر خوشنودی کا پروانہ ملتا ہے چنانچہ محقق آلوسی لکھتے ہیں،

قال عکرمۃ وجماعۃ ھی لیلۃ النصف من شعبان وتسمی لیلۃ الرحمۃ ولیلۃ المبارکۃ ولیلۃ الصک ولیلۃ البرأۃ، ووجہ تسمیتھا بالاخیرین لان البندار اذا استوفی الخراج من اھلہ کتب لھم البرأۃ والصک، کذالک ان اللہ عزوجل یکتب لعبادہ المؤمنین البرأۃ والصک فی ھذہ اللیلۃ،

تفسیر روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۱۰ وقرطبی ج ۱۶ ص ۱۲۶ وتفسیر کبیر ص

اور علامہ نیساپوری لکھتے ہیں

وتسمی لیلۃ البرأۃ ایضا ولیلۃ الصک لان اللہ تعالیٰ یکتب لعبادہ المؤمنین البرأۃ فی ھذہ اللیلۃ، غرائب القرآن ج ۲۵ ص ۶۵

(سورۃ الدخان)

کیا قرآن مجید میں شب برأت کا ذکر ہے

شب برأت کی فضیلت کے سلسلہ میں قرآن مجید نے کوئی تصریح نہیں کی ہے البتہ سورۃ دخان کی پہلی آیت انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ کے متعلق حضرت عکرمہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت یہ فرماتی ہے کہ لیلہ مبارکہ سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے، لیکن جمہور مفسرینؒ کے نزدیک لیلۂ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے جو رمضان شریف میں ہوتی ہے چنانچہ علامہ سید آلوسی کہتے ہیں

ھی لیلۃ القدر علی ما روی عن ابن عباسؓ وقتادۃ وابن جبیر ومجاھد وابن زید والحسن وعلیہ اکثر المفسرین والظواھر معھم،

(روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۱۰، سورۃ دخان) اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں ص ۲۳۷-۲۳۸ اور قرطبیؒ نے اپنی تفسیر ج ۱۶ ص ۱۲۶-۱۲۸ میں جمہور کی رائے کو اقرب الی الصواب قرار دیتے ہوئے مدلل طور پر بیان کیا ہے کہ لیلۂ مبارکہ سے مراد شعبان کی پندرھویں شب نہیں ہے بلکہ لیلۃ القدر مراد ہے جو رمضان شریف میں ہوتی ہے اور علامہ عماد الدین ابن کثیر دمشقی قرشی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

ومن قال انھا لیلۃ النصف من شعبان کما روی عن عکرمۃ فقد ابعد النجعۃ، ابن کثیر ص ۱۳۷ ج ۴

اور بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے یہی تحقیق اپنی تفسیر مظہری میں لکھی ہے، اور امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح باب صوم التطوع میں اور محدث کبیر ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہی تحقیق لکھی ہے،

بہرحال جمہور مفسرین کی تحقیق یہی ہے کہ شب برأت کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی قدر ارشادات میں تفصیل سے موجود ہے

فضائل شب برأت احادیث کی روشنی میں

فضائل شب برأت کے سلسلہ میں جتنی روایات آئی ہیں ان میں اکثر روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، لیکن اس قسم کی روایات کو کثرت وتعدد طرق اور تلقی بالقبول کی وجہ سے ایک طرح کی قوت حاصل ہو جاتی ہے اور بہت سے مشائخ نے ان کو قبول کیا ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف روایات پر عمل کرنا بالاتفاق جائز ہے،

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی

محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ احکام القرآن
حزب سادس ص۱۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں

وما ورد من الاحادیث فی فضل
لیلۃ النصف من شعبان فھذا
امر مستقل یتعلق ثبوتہ بھذہ
الروایات وھی وان کانت لاتخلو
عن ضعف ولکنھا قد تشددت
بتعدد الطرق وبتلقی جمع من
العلماء ومثل ھذا یعمل بہ
فی فضائل الاعمال اھ

احادیث طیبہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
کہ اللہ تعالیٰ ان تمام ارواح کے قبض کرنے
کی تفصیل شعبان کی پندرھویں رات
میں ملک الموت کو بتلا دیتے ہیں جن کی
روح اس سال قبض کیجائیگی (روح المعانی
ص۱۱۳ ج ۲۵)

(۲) شعبان کی پندرھویں شب کو ایک
فہرست ملک الموت کو دی جاتی ہے
اور حکم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا نام اس فہرست
میں ہو مقررہ اوقات میں انکی روح قبض
کرنا، بہت سے لوگ بستر بچھائے ہوئے
ہوتے ہیں، کوئی نکاح میں مشغول ہوتا
ہے اور کوئی تعمیر میں مصروف، حالانکہ
ان کا نام مردوں کی فہرست میں لکھا جا
چکا ہوتا ہے، (در منثور بحوالہ ابن ابی الدنیا)

(۳) حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ
چار راتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے
خیر کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں
عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی شب میں اور
شعبان کی پندرھویں شب میں اس
میں لوگوں کی عمریں اور انکی روزیاں
لکھی جاتی ہیں اور حج کرنے والوں کی مقدار
معین کیجاتی ہے، اور چوتھی شب
عرفہ کی شب ہے اور ان راتوں کی یہ
فضیلت صبح اذان کے وقت تک رہتی
ہے (تفسیر در منثور)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب شعبان کی پندرھویں رات ہوتی ہے
تو خداوند کریم کا نزول اجلال آسمان دنیا
پر ہوتا ہے اور سرکاری منادی ہوتی
ہے کہ کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ
میں اسکی مغفرت کروں کوئی مانگنے
والا ہے کہ میں اسکو عطا کردوں اس
وقت خدا سے جو مانگتا ہے اسکو ملتا ہے
سوائے بدکار عورت اور مشرک کے
(تفسیر در منثور بحوالہ بیہقی)

(۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ شعبان کی
پندرھویں شب کو باہر نکل کر آسمان
کی طرف بہت دیکھتے تھے اور فرماتے
تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی اس
رات میں نکل کر آسمان کو بہت دیکھتے
تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وقت ایسا ہے
کہ اس میں جو کوئی دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ
اسکی دعا قبول کرتا ہے اور جو مغفرت
طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت
کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ ظلم سے محصول لینے
والا نہ ہو جادوگر، غیب کی خبریں بتلانے
والا (جیسے آجکل فال والے اور ناجائز
عملیات والے کرتے ہیں) عریف (یعنی ہاتھوں
کے خطوط یا دیگر آثار دیکھ کر بتلانے والا
ظالم سپاہی، کوبہ یعنی طبل یا چوسر والا عرطبہ
(یعنی طنبور والا نہ ہو) اے خدا اے داؤد
کو پالنے والے تو ان سب کی مغفرت فرما دے
جو تجھ سے اس رات میں مغفرت چاہیں
اور استغفار کریں
(ماثبت بالسنۃ، للشیخ عبد الحق
دھلوی)

(۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ اس شب میں بجز نجومی، کینہ ور
شرابی، ماں باپ کے نافرمان، حرام کاری
پر جمے رہنے والے کے سب کی مغفرت
کر دیتا ہے"

(۷) آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ اس
رات میں میری امت پر قبیلہ بنی کلب کی
بکریوں کے بالوں سے زیادہ مغفرت
کرتا ہے۔

ان روایات مذکورہ سے یہ باتیں معلوم ہوئیں

(۱) اس رات میں سورج غروب ہونے سے
لیکر صبح صادق تک اللہ تعالیٰ کی تجلی
دنور کا پرتو آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے

(۲) اس رات کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کوئی
مجھ سے بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اسے
بخش دوں،

(۳) کوئی مجھ سے رزق مانگنے والا ہے کہ اس
کو رزق دوں،

(۴) کوئی کسی مصیبت میں پھنسا ہوا ہے
کہ میں اسے نجات دوں"

۵، اس رات میں آئندہ سال میں پیدا ہونے والوں کی فہرست لکھی جاتی ہے

۶، اس رات میں آئندہ سال میں مرنے والوں کی فہرست لکھی جاتی ہے

۷، اس رات میں انسانوں کے رزق کا اندازہ نازل کیا جاتا ہے

۸، اس رات میں انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور میں اٹھا کر پیش کئے جاتے ہیں

۹، اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ اپنے بندوں کی مغفرت کرتا ہے۔"

نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مندرجہ ذیل گناہ اس قدر سخت ہیں کہ ان کی نحوست اس مبارک رات کی برکات سے محروم کر دیتی ہے۔

۱، خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اسکی ذات و صفات میں شریک سمجھنا

۲، کسی مسلمان بھائی سے کینہ رکھنا

۳، عزیزوں اور قریبوں کے جو حقوق ہمارے ذمہ ہیں ان کو ادا نہ کرنا اور ان سے بدسلوکی کرنا،

۴، پائجامہ یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

۵، والدین کی نافرمانی کرنا

۶، شرابی ہونا

۷، ظلم سے محصول یا رشوت لینا

۸، جادو کرنا

۹، غیب کی خبریں بتانا یا فال نکالنا وغیرہ

۱۰، ہاتھ کے خطوط دیکھ کر غیب کی باتیں بتلانا

۱۱، طبل یا طنبور بجانا

۱۲، چوسر کھیلنا

شب برأت کے مسنون اعمال

حدیث ۱: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کو (سوتے سوتے میری آنکھ کھلی) تو حضور اقدس ﷺ کو گھر نہ پایا، آپ کو تلاش کرنے کے لئے نکلی تو آپ بقیع (مدینہ منورہ کے قبرستان) میں ملے، آپ نے فرمایا کیا تجھے اس بات کا خطرہ ہو گیا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کرینگے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری باری کی رات ہوتے ہوئے کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہونگے) میں نے عرض کیا کہ ہاں مجھے تو یہی خیال گذرا کہ آپ کسی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا (میں کسی کے پاس نہیں گیا یہاں بقیع آیا ہوں، یہ دعا کرنے کی رات ہے کیونکہ) بے شک اللہ جل شانہٗ ماہ شعبان کی پندرھویں رات کو آسمان دنیا پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں سے زیادہ تعداد میں مغفرت فرماتے ہیں"۔ (رواہ ابن ماجہ والترمذی واحمد)

حدیث ۲: "حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس رات کو نماز میں کھڑے ہو اور صبح کو نفلی روزہ رکھو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروب آفتاب سے ہی قریب والے آسمان کی طرف توجہ خصوصی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے جسکی میں مغفرت کروں، کیا کوئی رزق طلب کرنے والا ہے جسکو میں رزق دوں کیا کوئی مصیبت زدہ ہے جسے میں عافیت دوں اور اسی طرح فرماتے رہتے ہیں، کیا کوئی فلاں چیز مانگتا ہے کیا کوئی فلاں چیز مانگتا ہے، صبح صادق طلوع ہونے تک ایسے ہی فرماتے رہتے ہیں (مشکوٰۃ ابن ماجہ)

ان احادیث سے مندرجہ ذیل اعمال مسنون ثابت ہو رہے ہیں

۱، رات جاگ کر نماز پڑھنا اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا،

۲، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور عافیت اور اپنے مقاصد دارین کی دعا مانگنا

۳، اس رات کو کبھی کبھی تنہا قبرستان میں جانا اور مردوں کے لئے دعا و استغفار کرنا،

۴، اسکی صبح یعنی پندرھویں کے دن کو روزہ رکھنا،

خلاصہ

ان روایات و احادیث سے ماہ شعبان اور اسکی پندرھویں شب اور پندرھویں کے دن کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا وہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے اب مومن بندوں کو چاہیئے کہ پورے ماہ شعبان میں زیادہ

نفلی روزہ رکھیں اور پندرھویں شب، ذکر، دعا
اور نماز اور تلاوت قرآن مجید میں گذارے
اور عبادت میں خوب کوشش کرے اس
مبارک رات میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر
نزول اجلال فرماکر بندوں کو خود پکارتے ہیں
کہ کسی قسم کی کوئی حاجت ہو تو پیش کریں،
میری رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں،
پس بندہ کو اس رحمتِ عام سے بہرہ یاب
ہونا چاہیئے،،

چنانچہ شیخ منصور علی ناصف مصری غایۃ المامول
شرح التاج الجامع الاصول ص۹۳ ج۲ میں لکھتے
ہیں، فحاصل ذالک ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کان یجتھد لیلۃ النصف
فی عبادۃ اللہ تعالیٰ وقال ان اللہ یتجلی
علی عبادہ فی ھذہ اللیلۃ ویقول لھم
ھلموا الی واطلبوا ماتشاؤن فانواع
العطایا والاحسان مفتحۃ علی مصاریعھا
فینبغی الاجتھاد فی العبادۃ فی ھذہ اللیلۃ
من اولھا الی اخرھا وصوم یومھا.
فانہ فی الفضیلۃ کلیلتہ، والاکثار من
طلب المغفرۃ فان اللہ یغفر لجمیع
خلقہ الا لعاق والدیہ، والظالم و
الفاجر ونحوھم من کل متلبس بما
یغضب اللہ تعالیٰ ولم یتب الیہ
اھ، - اور قطب وقت امام شعرانی لکھتے
ہیں کہ یہ مبارک رات عبادت میں گذارنی
چاہیئے اور اگلے دن کو روزہ رکھنا چاہیئے
اور اس مبارک رات کی تجلیات وبرکات
سے کماحقہٗ مستفیض ہونے کے لئے کم خوری
اور کم گوئی سے کام لینا چاہیئے، اپنے اندر
استفاضہ کی استعداد اور صلاحیت
پیدا کرنی چاہیئے، اور خوب سیر ہوکر کھانے
اور لغو بیہودہ گوئی کی وجہ سے شب بیدار رہتے
ہوئے بھی انسان موکب الٰہیہ میں تقسیم
ہونے والے عطیات خداوندی سے محروم
رہ جاتا ہے، اور اس مبارک رات کے
آنے سے پہلے ہی ان گناہوں شرک، کینہ
قطع رحمی، اور عقوق والدین وغیرہ سے صدق
دل سے توبہ کرلینی چاہیئے تاکہ اس عام
بخشش سے بندہ محروم نہ رہے،،

مسئلہ :- شب برات کو نفلی نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے،

چنانچہ علامہ شیخ ابراہیم حلبی منیۃ المصلی کی
شرح غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں
فعلم ان کلا من صلوۃ الرغائب
لیلۃ اول جمعۃ من رجب و
صلوۃ البراۃ لیلۃ النصف من
شعبان وصلوۃ القدر لیلۃ
السابع والعشرین من رمضان
بالجماعۃ بدعۃ مکروھۃ آھ
(کبیری شرح منیہ)

اور آلوسی زادہ سید نعمان آفندی لکھتے ہیں
ولیعلم انہ یحصل قیام ھذہ اللیالی
بالصلوۃ نفلاً فرادیٰ من غیر عدد
مخصوص وبقراءۃ القرآن والاحادیث
وسماعھا وبالتسبیح والثناء والصلوۃ
والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الحاصل ذالک فی معظم اللیل اھ،
(غالیۃ المواعظ ص۱۶۰ ج۲)

شب برات کی محدثات بصورت عبادات

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے پندرھویں
شب کو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
کھڑے ہوکر چودہ رکعتیں پڑھیں. فارغ
ہونے کے بعد آپ بیٹھ گئے پھر آپ نے
سورۃ فاتحہ ۱۴ مرتبہ پڑھی اور سورۃ
اخلاص ۱۴ مرتبہ، اور معوذتین ۱۴،۱۴
مرتبہ اور آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور آیت لقد
جاءکم رسول من انفسکم آخر تک پڑھی
جب آپ اس سے فارغ ہوگئے تو میں نے
آپ سے اسکے متعلق پوچھا تو آپ نے
فرمایا جو شخص اسطرح نماز پڑھے جس طرح
میں نے پڑھی تو بیس مقبول حج اور بیس سال
کے مقبول روزوں کا ثواب ملیگا اور اگر
اس رات کی صبح کو روزہ رکھیگا دو سال
کے روزوں (ایک سال گذشتہ اور ایک
سال آئندہ) کا ثواب ملیگا

علامہ محقق سید آلوسیؒ لکھتے ہیں، کہ بعض نے
اس رات میں ایک خاص نماز کا ذکر کیا ہے
اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ نماز بیس مقبول
حج اور بیس سال کے مقبول روزوں کے برابر
ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک طویل
حدیث بھی اس بارے میں نقل کی ہے
بیہقیؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد
فرمایا، غالباً یہ حدیث موضوع ہے اور منکر
تو ہے ہی اس کے بہت سے راوی مجہول
الحال ہیں، تفسیر روح المعانی ص۱۱۱ ج۲۵
سورۃ دخان،،

نیز لکھتے ہیں کہ اس رات کے متعلق
واعظوں نے بڑی لمبی چوڑی تقریریں
کی ہیں اور اسکے فضائل وخواص بیان کئے
ہیں اور یہ بھی کہدیا ہے کہ ان حدیثوں سے

معلوم ہوتا ہے کہ عمریں اس رات میں لکھی جاتی ہیں"

شب برأت میں نمازِ الفیہ کی حقیقت

محدث کبیر ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ کتاب اللآلی میں لکھا ہے کہ اس رات میں نمازِ الفیہ یعنی سو رکعت نفل نماز اس طرح پڑھی جائیں کہ ہر رکعت میں دس دس بار قل ھو اللہ احد کی قرأت ہو جیسا کہ دیلمی وغیرہ نے روایت کیا ہے لیکن یہ روایت موضوع ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں بعض رسائل میں لکھا ہے کہ علی بن ابراہیم نے فرمایا کہ یہ جو طریقہ رائج کیا گیا ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب میں نمازِ الفیہ پڑھی جاتی ہے اور اس کو جماعت سے ادا کرتے ہیں، پھر یہ کہ اس میں نماز جمعہ و عیدین سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے اسکے بارہ میں نہ کوئی صحیح حدیث ہی ثابت ہے نہ کسی صحابی و تابعی کا کوئی مضبوط ارشاد ہی منقول ہے، الا یہ کہ اس سلسلہ میں ضعیف اور موضوع روایتیں نقل کی جاتی ہیں لہٰذا کوئی شخص صاحب قوت القلوب اور صاحب احیاء العلوم وغیرہا کے منقولات سے اس سلسلہ میں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے، عوام اس نماز کی وجہ سے بہت سے فتنوں میں مبتلا ہو چکے ہیں یہاں تک کہ اس نماز کی ادائیگی کے وقت روشنی و چراغاں کو ضروری قرار دے دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اکثر فسق و فجور کے کام صادر ہونے لگے، چنانچہ بہت سے اولیاء اللہ ان امور کی وجہ سے ڈرے کہ کہیں خدا کا کوئی اور بارہ عذاب نازل نہ ہو جائے چنانچہ وہ اتنے خوفزدہ اور پریشان ہوئے کہ وہ آبادیوں کو چھوڑ کر اور عبادت خداوندی کی آڑ میں ہونے والے فسق و فجور سے منہ موڑ کر جنگلوں میں چلے گئے،

اور اس نماز کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اول اول یہ نماز بیت المقدس میں ۴۴۸ھ میں شروع ہوئی اور اس طریقے کے رائج ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ کے جاہل اور اقتدار طلب ائمہ مساجد نے اپنے جذبہ اقتدار اور جاہ طلبی کے لئے اور عوام کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو اپنے گرد جمع کرنے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا، چنانچہ اس طرح انہوں نے بہت سے فائدے بھی حاصل کئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نیک و صالح ائمہ کو پیدا کیا انہوں نے اس بدعت کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں کی سعی و کوشش سے یہ طریقہ ختم ہوا یہاں تک ۸۰۰ھ کے اوائل میں مصر و شام کے شہروں میں یہ بدعت بالکل ہی ختم ہو گئی، اھ،

شب برأت کی ناقدری

لیکن بڑا افسوس کہ جس طرح شریعت کا کوئی کام بھی ہماری دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا اور ہم نے ہر کام میں اپنی طرف سے کمی بیشی کر کے اصل حقیقت ہی کو گم کر دیا، یہی سلوک ہم نے شب برأت کے ساتھ کیا اور اس میں اپنی طرف سے محدثات و بدعات کا تو اختراع کیا ہی ہے، جس کا اہتمام والتزام اس قدر شد و مد کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جو اصل کام ہیں ان کی طرف التفات ہی نہیں ہوتی پھر ہر جگہ کی اختراعات اس قدر مختلف اور کثیر ہیں کہ ان کا استقصاء اور شمار ہی مشکل ہے کہیں شب برأت کے نام سے حلوے مانڈے کئے جاتے ہیں کہیں چراغاں ہوتے ہیں، اور کہیں مسلمانوں کی ٹولیاں بن بن کر بازاروں میں گشت کرتی ہیں اور گا بجا کر اس درجہ مسرت کا اظہار کرتی ہیں گویا یہ کوئی میلہ ہے، کہیں آتشبازی پر ہزاروں روپے برباد کئے جاتے ہیں، کہیں لڑائی دنگہ کی صورت میں اپنی قوت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، کہیں رقص و سرود کی محفلیں برپا ہیں، کہیں ناچ گانے ہو رہے ہیں،

غرضیکہ اس رات کی عظمت شان کو بدعات سے اور غلط رسومات کی وجہ سے برباد کر دیا جاتا ہے،

ہمیں چاہئے تو تھا کہ اس گراں قدر رات کی برکات سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کرتے اور سرور دو جہاں کے اسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ بناتے،

واللہ ولی التوفیق وبیدہٖ ازمّۃ التحقیق

حضرت امام ابو حنیفہ

آپ بہت بڑے پرہیزگار تھے، حرام سے دور رہتے تھے، صرف شبہ کی وجہ سے بہت حلال کو بھی چھوڑ دیتے تھے، (الخیرات الحسان)

آپ نے فرمایا، کہ اگر کوئی بندہ یہاں تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اس ستون جیسا (کمزور اور دبلا) ہو جائے مگر اس کو یہ خبر نہیں کہ وہ جو کچھ کھاتا ہے وہ حلال ہے یا حرام تو اسکی عبادت قبول نہ ہوگی،

(الطبقات الکبریٰ)

فیلسوفِ اسلام

قاضی خالد محمود اٹک شہر

حضرت الامام الشاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

فلسفہ اسلام کی تشکیلِ نو آپ نے ایک جدید علم الکلام کی بنیاد رکھی اور یہ علم الکلام اس علم الکلام سے بنیادی طور پر مختلف ہے، جسکی بنیاد یونانی فکر کے زیر اثر معتزلہ اور فلاسفہ اسلام کے ہاتھوں رکھی گئی، بلکہ ایک حد تک اشاعرہ کے علم کلام سے بھی مختلف ہے، یہ وہ علم الکلام ہے جسمیں قرآن کے طرز استدلال کو بنیاد بنایا گیا ہے اسمیں اس طریقے کو اختیار کیا گیا ہے جو مشکوٰۃ نبوت سے ہمیں ملتا ہے سیدھی سادی دلیلیں، دل میں اتر جانے والی باتیں، نہ اس میں فلسفیانہ موشگافیاں ہیں اور نہ لایعنی ولاحاصل بحثیں، اس میں ذہنی عیاشی کہیں بھی نظر نہیں آتی، خیالی قسم کی غیر حقیقی بحثوں سے بھی پاک ہے یہ وہ علم الکلام ہے جسکا موضوع زندگی کے بنیادی مسائل ہیں اور زندگی ہی سے مربوط ہے

قرآن کریم کا ترجمہ شاہ صاحب کے زمانے میں قرآن پاک کا علمی اور عملی زندگی سے بہت کم ربط و تعلق تھا اور اس سے بہت کم استفادہ کیا جاتا تھا، اس وجہ سے لوگ اس کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ لوگوں کے سامنے انہی کی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ پیش کیا جاتا، شاہ صاحب نے اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کریم کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا، جو اس وقت کی علمی اور مسلمانوں کی عام فہم زبان تھی، اس کا نام " فتح الرحمان فی ترجمۃ القرآن" رکھا تنگ نظر علماء نے آپ کو فتح پوری کی مسجد میں گھیر لیا آپ نے بڑی مشکل سے نجات پائی،

یہ کٹھن کام شاہ صاحب نے اپنے اجتہاد اور دینی بصیرت سے درست سمجھ کر سرانجام دیا، اس ترجمۃ القرآن کا اثر ہے کہ آج ہند و پاک میں قرآن کو سمجھنے والوں کی تعداد تمام ممالک سے زیادہ ہے شاہ صاحب کا یہ کارنامہ تاریخی طور پر یادگار ہے، اگرچہ آپ نے قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی لیکن "الفوز الکبیر" کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی تفسیر کے متعلق معلومات، جامع بنیادی، اور کامل تھیں، آپ نے اس کتاب میں جامعیت کے ساتھ تفسیر کے اصول منضبط فرمائے

علم حدیث میں خدمات علم حدیث میں آپ کی خدمات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام محدثین کا سلسلہ آپ ہی سے باندھا جاتا ہے، مصر کے جید عالم اور نقاد علامہ رشید رضا مصری "مفتاح کنوز السنۃ" میں تحریر فرماتے ہیں" اگر ہمارے بھائی کی توجہ اس زمانہ میں علوم حدیث کی طرف مبذول نہ ہوتی تو اس علم کے زوال کا فیصلہ ہو چکا تھا"

اس سلسلہ میں آپ کا سب سے بڑا کارنامہ علماء کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا تھی جس کا مقصد اولین حدیث کا درس دینا تھا،

آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز مشہور محدث تھے، حضرت سید مرتضیٰ بلگرامی مشہور محدث بھی آپ کے شاگرد تھے جنہوں نے یمن میں درس حدیث دیا اور علماء مصر کے درمیان بلند مقام حاصل کیا شاہ صاحب نے حدیث و فقہ کے تعلق کو تاریخ کے طور پر وقائع کی روشنی میں حل فرمایا شاہ صاحب نے اس فن میں بہت سی تصانیف چھوڑی ہیں، مقتدیوں کے لئے چہل حدیث، نوادر حدیث، تالیف فرما کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا، موطا

امام مالک کی فارسی اور عربی میں شرحیں لکھیں جن کے نام، المسوّی، المصفّٰی شرح الموطا ہیں"

علم تاریخ میں خدمات

آپ نے پوری تاریخ اسلام پر تنقید کی اور مسلمانوں کے ماضی اور حال کا تفصیلی جائزہ لیا، اور انتہائی جامعیت کے ساتھ ان پر نہ صرف تنقید کی بلکہ ایک مربوط اور مرتب حیثیت سے ان کے مسائل کا حل بھی پیش کیا"

اسلامی نظام کو اجتماعی اور دینِ کامل کی حیثیت سے پیش کرنا

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے علمی طور پر اسلام کو ایک دین کی حیثیت سے متعارف کروایا اور اسلامی مسائل کا حل ہمہ گیر ضابطہ زندگی سے مربوط عقلی طور پر پیش کیا، آپ کے پیش نظر زندگی کے مکمل نظام کی اصلاح تھی اس کے محض ایک پہلو کی نہیں، آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ سے عبادت تک، نجی زندگی سے سیاست و معیشت تک اور تمدن کے ارتقاء کے اصولوں تک، فقہ کے مسائل سے لیکر تصوف کے حقائق تک آپ نے نہ صرف بحث کی ہے بلکہ اسلام کا متوازن نقطۂ نظر پیش کیا، حجۃ اللہ البالغہ جیسی کتاب تصنیف فرماکر مسلمانوں کو سائنٹفک طریقے پر حقائق و مصارف بیان کئے، اس طرح آپ نے اجتہاد کی روح کو از سر نو زندہ کیا اور رسالہ اجتہاد و تقلید تصنیف فرماکر اجتہاد کی اہمیت پر زور دیا وہ کام جسکی اہمیت حضرت علامہ اقبال نے بھی محسوس کی

علمی حیثیت

علمی حیثیت سے شاہ صاحب جس قدر و منزلت کے مالک ہیں اسکی نظیر نہیں ملتی، علماء و مؤرخین نے شاہ صاحب کو علم حدیث و فقہ کے اعتبار سے مجتہدین فن کے بعد دوسرے درجہ میں جگہ دی ہے، وہ کونسا علم تھا جس میں شاہ صاحب کو تبحر نہ تھا آپ کے علمی مناظروں کو دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو متقدمین شعراء کے اشعار بکثرت یاد تھے، جو آپ سند کے طور پر ہر موقع پر برجستہ پیش کرتے تھے، اگر مذہبی علوم کے انتساب کو علیحدہ کر دیا جائے تو پھر ادیبوں اور متکلمین کی فہرست میں آپ کا نام جلی حروف میں آتا ہے، حدیث، تفسیر، فقہ، ادب، کلام، سیر، مغازی، اور معانی وغیرہ میں آپ کا شمار مجتہدین فن میں ہوتا ہے، شاہ صاحبؒ نے علمی و ادبی خدمات اپنی تصنیفات و تالیفات کے ذریعہ سرانجام دی ہیں، ان کتابوں میں انہوں نے صرف معانی کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ عربی زبان میں انہوں نے جتنی کتب لکھی ہیں ان میں خاص قسم کا اسلوب تیار کیا ہے اور عربی ادب و انشاء کو ایک قالب میں ڈھالا ہے جسکی نظیر اس سے پہلے ہندی مصنفین میں نہیں ملتی،

آپ اس چیز کی کوشش کرتے تھے کہ اپنے مدعا کا اظہار ان لغات و محاورات میں کریں جو زبان رسالت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس میں انہیں خدا تعالیٰ نے خوب مہارت عطا فرمائی تھی اس طرح اپنی کتابوں کے رنگ کو عربی زبان کے تمام مصنفین سے ممتاز کر دیا،

نحو کے مشہور قواعد کی بعض آیات سے بظاہر عدم مطابقت کی توجیہ اس طرح کی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے آپ نے اس سلسلہ میں بصرہ و کوفہ کے دبستان کے اختلاف میں توازن پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے

شاہ صاحب کے اسلوب وجدت اور ندرت کے علاوہ ان کی عبارتیں حشو و زوائد سے پاک ہیں، چنانچہ آپ کی تصانیف اختصار اور جامعیت کا عجیب و غریب مرقع ہیں،"

پروفیسر رشید احمد لکھتے ہیں کہ "ولی اللہ وحدت الوجود پر عقیدہ رکھتے تھے، کثرت میں بھی وحدت پر ان کا ایمان تھا، اسلئے ان کے افکار میں بلا کی جامعیت پائی جاتی ہے، وہ مختلف فیہ مسائل میں اپنی ذہانت اور خداداد قابلیت سے ایسی راہ نکال لیتے ہیں جن پر متخاصم گروہ متفق ہو سکیں، اہل دین و عقل کے طریقوں کو اس طرح اپناتے ہیں کہ قرآن و احادیث کے متشابہات و اجمال کی توضیح و تشریح بھی قدیم و جدید

فلسفہ سے کرتے ہیں۔ شیخ اکرام اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ،، جامعیت کے علاوہ شاہ صاحب کے معتدلانہ نقطۂ نظر کا باعث ان کا متوازن دل و دماغ ہے جو انہیں اسلامی ہند کے دوسرے بڑے محسن حضرت مجدد الف ثانی رح پر فوقیت دیتا ہے،،

شیعہ سنی مسئلہ میں شاہ صاحب کی رائے انتہا پسندی سے دور تھی، نیز انہوں نے اپنے علم اور تجربے کی بنیاد پر تصوف اور فقہ کے اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی ۔

علمی حلقوں کے نام شاہ ولی اللہ کا پیغام

مشائخ اور پیرزادوں کے نام

اے لوگو! جو اپنے آبا و اجداد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہو، آپ سے سوال ہے کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے، ٹکڑیوں اور ٹولیوں میں بٹ جانا تمہارا افتراق ہے مسلمان قوم میں افتراق ہے،، اپنی حالت کو بدلو، عشرت کدوں سے باہر نکلو، خانقاہوں کا تقدس صرف مصلحت کی زندگی میں نہیں، بلکہ تمہیں ایک ہمہ گیر انقلاب کا راستہ ہموار کرنا ہے،،

علماء سے خطاب

اے بے عقلو! تم نے اپنا نام علماء رکھا اور یورپ کی غلامی میں ڈوب گئے اندرونی حالت یہ ہے کہ یونان کا فلسفہ پڑھکر صرف نحو کا علم سیکھ لیا اور سمجھ بیٹھے کہ بس یہی علم ہے، یاد رکھو کہ علم یا تو قرآن کی آیات محکمہ کا نام ہے یا سنت قائمہ کا، چاہئے کہ قرآن سیکھو، اسکے فرائض کو سمجھو، واجبات کو دیکھو پھر انقلاب کے ہمہ گیر پروگرام کو لیکر بڑھو۔ ـــــ تم دیکھتے نہیں ہو، کہ ساری انسانیت ڈوبی جا رہی ہے، تاجروں کے نام پر آئی ہوئی قوم تاجور بن چکی ہے اور تم ہو کہ مسجد و محراب کا تقدس بیچ کر کھا رہے ہو، اٹھو اب اٹھنے کی گھڑی ہے، سانحہ بغداد سے عبرت پکڑو وہ بھی تمہاری بے بصری کے تحت پیش آیا تھا، آج دنیا کے کفر تمہیں دستک دے رہی ہے مگر تم میں اتنی سکت نہیں کہ باغیوں کے گریبانوں سے کھیل جاؤ، ہر عمل میں حضورؐ کی سنت مدنظر رکھو، پھر انسانیت کی ہمدردی کے لئے کارزار میں نکل آؤ

واعظوں اور زاہدوں کے نام

دین میں خشکی اور سختی پیدا کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں، واعظوں اور عابدوں سے میرا سوال ہے، تم نے جعلی حدیثوں کے ذریعہ مخلوق خدا پر زندگی تنگ کر دی ہے، حالانکہ تم اس لئے پیدا ہوئے ہو کہ ان کے لئے آسانیاں بہم پہنچاؤ گے احسان کا راستہ اختیار کرو، صحابہ کی زندگی کو نشان راہ بناؤ، دشمن کا فسوں توڑنا حضورؐ کی سنت ہے تم ایسی سنتوں پر کان نہیں دھرتے یقین کرو ایک دن آنے والا ہے جب تمہیں ہر برائی کا حساب دینا پڑیگا

شاہ صاحب کے دور میں معاشرتی خرابیاں

اسوقت کے ہند میں بہت سی برائیوں نے جگہ لے لی تھی، جس کی بڑی وجہ وہ رسم و رواج تھے جو نو مسلم ہندو سوسائٹی سے اپنے ساتھ لائے تھے اسوقت کے معاشرے میں سب سے بڑی قباحت امراء و سلاطین کی عیش پسندی اور متوسط درجہ کے لوگوں کی ان ہی کی نقل میں اپنے ذرائع آمدنی سے بڑھکر خرچ کرنا معاشرہ کو نہ صرف خرابی بلکہ زوال کی طرف لے جا رہا تھا عیش پرستی اور تن آسانی کی زندگی بسر کرنا لوگوں کا منشائے مقصود تھا، اسکے علاوہ بیوہ کو دوبارہ شادی سے روکنا، منگنی کی رسم اور شادیوں پر بے پناہ خرچ کرنا بڑے بڑے مہر مقرر کرنا، ماتم، فاتحہ، رسم قل، چالیسواں وغیرہ کی رسوم جن کا وجود اصل اسلام میں نہ تھا، دولت صرف کرنا عزت سمجھا جاتا تھا،

غرضیکہ اٹھارہویں صدی میں ہند میں اسلام کو ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا، کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ زوال کے ساتھ اسلام کے نام لیوا بھی اس ملک سے ختم ہو جائیں گے

معاشرتی خدمات !

شاہ صاحب نے لوگوں کو عیش پسندی اور تن آسانی کی زندگی سے روکا اور ترغیب دی کہ وہ اپنی زندگی کو ایسے خطوط پر ڈھالیں جن پر صحابہ کرام رض نے ڈھالا تھا، شاہ صاحب نے ان

رسومات کے ترک کرنے کی مسلمانوں کو ترغیب دی جو ہندو سوسائٹی سے مسلمانوں نے اپنالی تھیں اور ان کو اسلام کا جزو سمجھنے لگے تھے شاہ صاحب کی کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ ان کی وفات کے بعد انکے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ اور پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلویؒ نے وسیع پیمانے پر سوسائٹی کی خرابیاں دور کرنے کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اور ہندوستان میں معاشرہ کی اصلاح کے لئے ایک باقاعدہ تحریک چل جسکا اثر آج بھی ہے ۔،،

معاشرتی حلقوں کے نام شاہ ولی اللہ کا پیغام

اربابِ پیشہ ، دیکھو امانت کا جذبہ تم سے مفقود ہوگیا ہے تم اپنے رب کی عبادت سے خالی الذہن ہو چکے ہو، اور تم اپنے بنائے ہوئے معبودوں کے نام قربانیاں چڑھاتے ہو ، تم میں بعض کم آمدنی کے لوگ ہیں جو غربت و افلاس کے فکر میں خدا کو چھوڑ چکے ہیں اور بعض بیش بہا آمدنی والے افراد ہیں جو دولت کے نشے میں دنیا کے خلق کو فراموش کر چکے ہیں) یاد رکھو کہ تمہاری غلط کاریوں نے کفر کو پھلنے پھولنے کا موقع فراہم کیا ،

تمہاری تجارت کی ناتجربہ کاریوں نے فساق کو تمہاری معیشت کا مالک بنادیا ہے ، غور کرو تم کہاں کھڑے ہو اور اب ہیں کس راہ پر چلنا ہے ، سچ تو یہ کہ آج ہی سے ایک فکر اور دعوت کو اپنالو خدائی تہذیب اور اس کا تمدن اور سیکھ لو مالک الملک کے فرمان کو اونچا کرو ، ساری کائنات کو چھوڑ کر ایک خالق کا انقلاب برپا کرو ، ورنہ رسوائی کا طوق تمہاری گردن پر آپڑا تو تاریخ کے صفحات پر سیاہی کے سوا کچھ نہ لکھا جائیگا ،

خبردار، خبردار، ہرگز ہرگز کفر کے قریب نہ آؤ ، وہ کوچے میں تمہیں راہ راست سے ہٹانے کے لئے کھڑا ہے ۔،،

(ختم شد)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

ادارہ

مرتب حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس
(دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

حجۃ الاسلام حضرت مولینا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز

بحیثیت ادیب و شاعر

کارزار جہاد ہو یا خانقاہِ تصوف و سلوک مسند درس و تدریس ہو یا بحث و مناظرہ کا سٹیج، میدان تصنیف و تالیف ہو، یا محاذ تقریر و بیان، ان تمام مواقع میں یہ درویش منش، صوفی منکسر المزاج حلیم الطبع، متبحر عالم حضرۃ قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نظر آئیں گے، یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ آپ ایک بلند پایہ ادیب اور قادر الکلام شاعر بھی ہیں چنانچہ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی فرماتے ہیں کہ "... اور یہ تمام خصوصیات اظہر من الشمس ہیں۔ لیکن مولانا کا ایک باکمال اور قادر الکلام شاعر ہونا قریب قریب نظروں سے اوجھل ہے۔ گو شعر و شاعری ان امتیازات کے ہوتے ہوئے مولانا کے لئے کچھ زیادہ موجب عزت ... لیکن پھر بھی ایک فن ہے۔ اور بہت سے بزرگوں نے اس فن میں اپنی جودت طبع کی کرشمہ سازیاں دکھلائی ہیں"۔ مولانا اردو فارسی، عربی، تینوں زبانوں میں برجستہ اشعار کہتے تھے، لیکن یہاں ہم آپ کے صرف اردو ادبیات کا نمونہ پیش کرتے ہیں"۔

جناب پروفیسر انوار الحسن صاحب شیرکوٹی رقم طراز ہیں "کہ حیرت پر حیرت اور افسوس پر افسوس ہوتا ہے کہ علماء دیوبند نے نہ صرف شریعت اسلامیہ کی خدمت کی ہے بلکہ اگر ریسرچ اور تحقیق کی دنیا میں اگر سوچا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اردو ادب کی شاندار خدمات انجام دی ہیں لیکن آج جبکہ اردو ادب کے ایک ایک گوشہ پر نظر ڈالی گئی ہے اور تحقیقات کی دنیا کو کھنگال کر رکھدیا ہے علماء دیوبند کی اردو خدمات سے اہل نقد و نظر کا چشم پوشی اختیار کرنا سمجھ میں نہیں آتا"۔

حقیقت یہ ہے کہ علمی اور عملی میدان میں علمائے دیوبند نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اس سے کوئی ذی فہم و شعور چشم پوشی نہیں کرسکتا لیکن ادبی دنیا میں علماء دیوبند کی خدمات ایک یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں، موصوف مذکور نے علماء دیوبند کی اردو خدمات سے ارباب نقد و نظر کی چشم پوشی کا رونا رویا ہے (بجا) ان کا شکوہ بجا ہے، اگر علماء دیوبند کی اردو ادبی خدمات پر تحقیق و ریسرچ کیجائے تو اس کے لئے ایک ضخیم دائرۃ المعارف اور عظیم انسائیکلوپیڈیا کی ضرورت ہوگی

یہاں پر میں صرف بانی دار العلوم دیوبند حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رح کی ان منظوم اور منثور تحریرات کو ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے دنیائے ادب میں انقلاب آفرین اضافہ ہوا ہے"۔

کسی ادیب و انشاء پرداز کے ادبی ذوق کو پرکھنے کے لئے اس کے مکاتیب کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس کے مقام کو اس کے مکتوبات کے آئینہ میں دیکھا جاتا ہے، یہی مکاتیب ہیں جن سے غالب کو نقش دوام ملا، یہی مکاتیب ہیں جنہوں نے مولانا آزاد کے لئے دلوں میں مقام پیدا کیا، اور یہی مکاتیب ہیں جنہوں نے مولانا شبلی نعمانی کو عظیم ادیبوں میں شامل کیا، یہی مکاتیب ہیں جس کی وجہ سے دنیا سید سلیمان ندوی کو سیرت نگار کے ساتھ عظیم انشاء پرداز کے نام سے جانتی ہے، انہی مکاتیب سے غبار خاطر، کاروانِ خیال، اور بیسیوں ادبی جواہر پارے پیدا ہوگئے، تو آئیے

حضرۃ قاسم العلوم کو ان کی تحریرات کے آئینہ میں دیکھتے ہیں،

پروفیسر انوار الحسن صاحب شیرکوٹی لکھتے ہیں کہ دو حضرت قاسم العلوم والخیرات کے روحانی و علمی کمالات کا تقابل کرنا غالب سے تو کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ ان اوصاف میں قدروں کا اشتراک ہی ہے، البتہ ادبی کمالات کا غالب سے انکار دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ——— بہرحال اس حقیقت کے باوجود کہ غالب نے خط نویسی کا جو انداز اختیار کیا ہے وہ ان کا بلا شرکت غیرے انفرادی اور امتیازی رنگ ہے، مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی ہے کہ حضرت قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ کا طرز خط نگاری یا مکتوب نویسی بلا تصنع و تکلف غالب سے بہت ملتا جلتا ہے ایک اندازے کے مطابق آپ کے خطوط و تحریرات کے بیش بہا موتی دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہے اور ضائع ہو گئے اگر وہ خطوط و مکاتیب یکجا جمع کئے جاتے تو تشنگان علم و عرفان اور طالبان شریعت و طریقت کے لئے باعث تسکین ہوتے دوسری طرف ادب و انشاء اصطلاحات، تشبیہات اور استعارات کے ایسے موتی اور جواہر ریزے بکھرتے جو ادبی دنیا میں یادگار کی حیثیت رکھتے،

پروفیسر صاحب نے قاسم و غالب کے درمیان خطوط نویسی میں ہم آہنگی اور تقابل کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ بعد تبصرہ نذر قارئین ہے،

حضرت قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ ٹونک کی ریاست کے عہدے دار حکیم عبدالصمد صاحب کو ایک مکتوب میں فرماتے ہیں،،

سراپا عنایت حکیم عبدالصمد صاحب السلام علیکم!

ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا تھا، مگر امراض خفیفہ کی آمد و شد میں جو اس سال کسی قدر ناتوانی اکثر رہتی ہے، کاہلی کے لئے تازہ بہانہ ہو گیا، اس وجہ سے اس دفعہ خطوط کے جواب دشوار معلوم ہوتے ہیں کبھی ہمت کرتا ہوں تو ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ایک دو خط کا جواب لکھ دیا ورنہ خیر۔ آج کچھ ہمت کر کے بیٹھا ہوں، آپ کے عنایت نامے کا جواب بھی یاد آگیا میری اس کیفیت سے جو عرض کر چکا ہوں۔ خود ظاہر ہے کہ کہیں کے آنے جانے میں اگر طبعی دشواری نہ ہوتی تب بھی اس حال میں دشوار تھا، مدت سے احباب دہلی متقاضی ہیں ادھر اپنا شوق بھی ادھر کو کھینچتا ہے، اس لئے ارادہ تھا کہ دیوبند پہنچا تو ادھر سے ادھر دہلی بھی ہو آؤنگا، مگر تواتر امراض کے باعث یہ ارادہ ملتوی رہا، اب گو اچھا ہوں مگر کاہلی کے لئے یہ خفیف سی نقاہت کافی ہے غرض ٹونک تک اپنی رسائی کی توقع نہیں، آپ بھی اس خیال کو جانے دیجئے، یہیں سے عرض کئے دیتا ہوں کہ اس زمانہ میں یہ توقع بے جا ہے کہ اختلاف اٹھ جائے، اور اتفاق پیدا ہو جائے، ہاں بالعموم ابنائے روزگار میں فہم و انصاف ہوتا تو بعد فہمائش ممکن تھا کہ اختلاف اٹھ جائے اور اتفاق پیدا ہو جائے مگر آپ جانتے ہیں کہ آجکل یہ دونوں باتیں نصیب اعداء ہیں یہ اختلاف ہی موجب عداوت ہے اور یہ عداوت موجب تنفر یکدیگر ہے، اس لئے کوئی کسی کی نہیں سنتا اور بے سمجھے دوسروں کی راہ و رسم کو غلط سمجھتا ہے، پھر آپ ہی فرمائیں یہ حال ہو تو کیا حال ہوگا اس صورت میں توقع فہم و انصاف ہو سکتی ہے ہرگز نہیں بلکہ ہر کسی کی خود رائی ہے الخ،

عا مکتوب میں کس قدر سادگی اور بے ساختگی ہے عا غالب کی طرح حضرت قاسم العلوم کے مذکورہ مکتوب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ سامنے ہے اور اس سے بالمشافہ باتیں ہو رہی ہیں + عا القاب و آداب بالکل مختصر اور غالب کی طرح ہیں، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے بھی غبار خاطر میں لمبے چوڑے القاب کی بجائے مختصر "صدیق مکرم" لکھا ہے، (غالی) عا، اردو زبان فصیح اور شگفتہ ہے، دل میں جو کچھ ہے وہی کچھ زبان و قلم پر صاف صاف آئینہ بن کر آرہا ہے۔ قاسم العلوم کی خط نویسی میں غالب کا رنگ دیکھنے کے لئے اب میں مرزا کا ایک خط پیش کرتا ہوں جس سے باہمی قدروں کے اشتراک کا اندازہ آسان ہو جائیگا اردوئے معلیٰ میں مرزا باقر علیخاں کے نام غالب کا حسب ذیل خط موجود ہے، مختصر القاب کے بعد لکھتے ہیں کہ:-

در تمہارا خط آیا، تمہارے روزگار کی درستی
آگے سن چکا تھا، اب تمہارے لکھنے سے
دیکھ بھی لی، دل میرا خوش ہوا، اور تم
خاطر جمع رکھو، جیسا کہ مہاراج نے تم سے
کہا ہے، تمہاری ترقی انشاء اللہ جلد ہوگی
مجھے تم جو گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا
بھائی اب میری انگلیاں نکمی ہوگئی ہیں
اور بصارت میں بھی ضعف آگیا ہے، دو
سطریں بھی نہیں لکھ سکتا، اطراف
وجوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے
رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے تو
اس سے جواب لکھوا دیتا ہوں، پرسوں
کا تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا، اب اس
وقت مرزا یوسف علیخان آگئے میں
نے ان سے یہ خط لکھوا دیا، تمہاری دادی
اچھی طرح ہے، تمہارے گھر میں سب خیر
وعافیت، تمہاری لڑکی اچھی طرح ہے
کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے میرے
پاس آجاتی ہے۔"

مرزا کے مذکورہ خط کے مقابلہ میں دوسرا
خط جو اس کی صفات خط نویسی کا نمونہ
پیش کیا جا سکتا ہے، مگر غالب کے اس خط
میں اپنی بیماری اور نقاہت کا حال مذکور
ہے، بس اس لئے میں نے اس خط کو
منتخب کیا ہے ادھر حضرت قاسم العلوم
علیہ الرحمۃ کے مکتوب میں بھی اپنی علالت
ونقاہت کا ذکر ہے نیز لوگوں کے طبعی
حالات وتفکر رنجیوں اور نیز علمی تحقیقات
پر روشنی ڈالی گئی ہے، مختصراً ہر دو خطوط
کے بعض حصے مضمون کے اعتبار سے
ملتے ہیں، ان دونوں خطوں میں سادگی
بات چیت کا سا لطف، عبارت میں
صفائی اور شستگی، حقیقت حال کی ترجمانی
اور بے ساختگی ہے۔"

پروفیسر صاحب نے "مولانا نانوتوی اور
غالب کے خطوط میں مقفیٰ عبارتیں"
کے زیر عنوان دو خطوط نقل کئے ہیں،
جن میں مقفیٰ اور مسجع عبارتیں ہیں
چنانچہ وہ فرماتے ہیں، مجھے یاد نہیں آتا
کہ خواجہ الطاف حسین حالی نے غالب کے
خطوط کی جو خصوصیتیں بیان کی ہیں ان
میں یہ خصوصیت بھی لکھی ہے کہ غالب
نے اپنے خطوط میں بہت سے مواقع
پر مقفیٰ اور مسجع عبارتیں جابجا لکھی
ہیں، حالانکہ غالب کی خط نویسی میں یہ
بھی ایک ممتاز اور درخشاں صفت موجود ہے
اس وصف کی نمائش کے لیے صرف
ایک خط کی جو غالب نے مفتی سید محمد عباس
کو لکھا ہے، چند سطریں لکھتا ہوں"

"قبلہ حضرت کا نوازش نامہ آیا، میں نے
اس کو حرز بازو بنایا، آپ کی تحسین میرے
واسطے سرمایہ عز وافتخار ہے فقیر امیدوار
ہے، کہ یہ دفتر بے معنی سراسر دیکھا جائے
نہ پیش نظر دھرا رہے، بلکہ اکثر دیکھا جائے
میں نے جو نسخہ بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر
سونا چڑھایا ہے، نہ ہٹ دھرم ہوں
نہ مجھے اپنی بات کی پچ ہے، دیباچہ وخاتمہ
میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب صحیح ہے
(اردوئے معلی ص ۱۲۹)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ
علیہ بھی اردو خطوط میں کہیں کہیں
اور فارسی خطوط میں اکثر اس قسم کی
مقفیٰ ومسجع عبارتیں لکھتے چلے جاتے ہیں
لیکن فرق یہ ہے کہ غالب بتکلف
قافیہ بندی کرتے ہیں اور حضرت قاسم العلوم
کی قافیہ آرائی بے ساختہ قلم سے نکلتی
چلی جاتی ہے، حضرت قاسم العلوم نے پیر
جی محمد عارف صاحب کے ذریعہ سے بانی
مدرسۃ العلوم علیگڑھ سرسید کو اپنے
ایک طویل خط میں حسب ذیل سطور تحریر
فرمائی ہیں — لکھتے ہیں کہ،

"جی میں یہ آتا ہے کہ قلم ہاتھ سے ڈال
دیجئے مگر کیا کروں آپ کا تقاضا جدا جان
کو کھائے جاتا ہے، مولانا محمد یعقوب صاحب
کا ارشاد جدا ہی ڈراتا ہے، گویم مشکل
وگرنہ گویم مشکل، جب بے کہے نہ بنی تو
قلم کو روک روک کر کچھ مختصر مختصر عرض
کر دینا مناسب جانا، اور جی میں یہ ٹھانا کہ
ہرچہ بادا باد، پھر قلم نہ اٹھانا،"
(تصفیۃ العقائد ص ۵)

مذکورہ سطروں میں، کھائے جاتا ہے، جدا
ہی ڈراتا ہے، مناسب جانا، جی میں یہ ٹھانا
پھر قلم نہ اٹھانا، مسجع اور مقفیٰ ٹکڑے
ہیں، مگر مولانا نے غالب کی طرح ان قوافی
کا التزام نہیں کیا ہے۔"

بذلہ سنجی اور نکتہ سنجی بھی ایک ممدوح چیز ہے
اللہ تعالیٰ نے آپکو اس صفت سے بھی سرفراز
فرمایا تھا،

اہل علم کے ادبی ظرائف ولطائف بھی
بذات خود ایک عظیم سرمایہ ہوتے ہیں
چنانچہ ایک مکتوب میں سرسید احمد خاں
نے آپ کو غالب کا یہ شعر لکھا ہے
حضرت ناصح جو آویں دیدہ و دل فرش راہ

باقی ۳۰ پر

معاشیات اور اسلام

ظہیر احمد تاج

معاشیات کے مسائل میں جس قدر اسلام نے راہنمائی کی ہے اس کا سوواں حصہ بھی دوسرے مذاہب نے پیش نہیں کیا بلکہ یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ اسلام کے سوا دوسرے مذاہب سب تحریف شدہ ہیں اور انسانوں کو دنیا سے نفرت دلاتے ہیں"

اس کے باوجود مسلمانوں کی کم فہمی کہئیے یا جمود کہ وہ تجارت وصنعت وحرفت کے میدان میں غیروں سے پیچھے ہیں، غیروں کے یہاں دھرم کھاتے کھلے ہوئے ہیں جن سے وہ بڑے بڑے قومی کام کرتے ہیں، دھرم شالائیں بنواتے ہیں اسکولوں کی امداد کرتے ہیں، ہسپتال قائم کرتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کے لئے سو دقتیں پیش آتی ہیں،

معاشی مسائل

آج مسلمان غریب کہلاتے ہیں، حالانکہ کچھ عرصہ نہیں گذرا کہ یہ بادشاہ تھے مثال ہے "دست زور بالا، یا دست زر بالا" اگر مسلمانوں میں سلطنت کا زور نہیں رہا تھا تو کم از کم زر کا زور تو ضرور ہی ہونا چاہئے تھا، تاکہ دوسری قوموں کے مقابلے میں کمزور اور بے قوت ثابت نہ ہوتے، مسلمانوں کے افلاس اور غریبی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نااتفاقیوں عیاشیوں، اور غفلت میں پڑکر تجارت سے رغبت نہیں رکھی، اور تجارت ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جس سے روپیہ واپس آتا ہے تجارت کے بغیر دوسری قوموں کے پاس گیا ہوا پیسہ روپیہ بڑی مشکل سے لوٹتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے روپیہ حاصل کرنے کے لئے جائدادیں فروخت کیں اس سے قوم کو اور زیادہ نقصان پہنچا، غیروں نے ان کا اقتصادی بائیکاٹ کر رکھا ہے، وہ مسلمان دکانداروں سے عموماً سودا نہیں خریدتے، مسلمانوں کی بہت سی مصنوعات ان کا روپیہ لگا ہوا ہے جن کا کثیر نفع انہیں ملتا ہے، پھر اس پر کٹوتی اور سود بٹہ میں وصول کیا جاتا ہے جس سے بیچارے مسلمانوں کو پوری مزدوری بھی میسر نہیں آتی، لیکن مسلمانوں کی اس پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں، ضرورت ہے کہ مسلمان اپنی مصنوعات کو اپنے ہاتھوں میں لیں، بڑے بڑے مشترکہ کاروبار قائم کریں، لمیٹڈ فرمیں بنائیں، غیر ممالک سے تجارتی تعلقات قائم کریں، تعلیم یافتہ امیر صاحبان اپنا قیمتی وقت تفریحوں میں خرچ کرنے کی بجائے تجارت میں صرف کریں، قومی جدوجہد میں عوام مسلمانوں کی رہنمائی کریں اور غریب مسلمان جو صرف معمولی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں، چپراسی اور اردلی کی ملازمت کا خیال چھوڑ کر صنعت و حرفت کی طرف توجہ دیں، سال دو سال کی محنت سے کوئی نہ کوئی صنعت یقیناً سیکھ سکتے ہیں جس سے اپنی آزادانہ زندگی گذار سکتے ہیں اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی حالت کو بہتر بنا سکتے ہیں،

مسلمانوں کو چاہئے کہ پوری کوشش کے ساتھ مسلمان دکانداروں سے سودا خریدیں، اگر کسی وقت وہ زیادہ نفع بھی لے لیں تو اسے اپنا نقصان خیال نہ کریں اس لئے کہ مسلمان کا روپیہ بہر حال مسلمانوں ہی کے کام آئیگا، زکوٰۃ صدقات، مسجدوں کی امداد، اسکولوں کا خرچ، اور غریبوں کی دستگیری، وغیرہ زیادہ تر خرچ مسلمانوں کے ساتھ ہیں، اور ضرورت کے موقعہ پر بخیل شخص بھی خرچ کرنے سے نہیں رکتا،

اس طرح اپنی قومی تجارتوں کو فروغ

دیجئے تاکہ دوسری قومیں مسلمانوں سے لین دین پر مجبور ہو جائیں ،،

کسب و تجارت گداگری کو روکتا ہے

مسلمانوں میں گداگری کی لعنت سب قوموں سے زیادہ ہے اس کی وجہ ہمارے معاشی حالات کی خرابی ہے اگر ہمارے یہاں مستقل فنڈ ہوں جن سے ضرورت مند افراد کی مدد کی جائے ، معقول سرمائے سے بنے ہوئے ادارے ہوں جن میں یتیموں اور لاوارثوں کو تعلیم و تربیت دی جائے ، بڑے بڑے ہسپتال ہوں جن میں غریب بیماروں کا علاج کیا جائے تو گداگری ختم ہو سکتی ہے اور محتاجوں اور مسکینوں کے روپ میں پھرنے والے ہٹے کٹے پیشہ ور لوگوں سے قوم کو نجات مل سکتی ہے ،،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

۱ ،، اگر تم میں سے کوئی شخص رسی لیکر پہاڑ پر جائے اور لکڑیاں جمع کر کے لائے اور انہیں فروخت کر کے کھائے اور خیرات کرے تو یہ عمل اس کے لئے گداگری سے اچھا ہے ،،

۲ ، اے میرے بندے اپنے ہاتھ کو حرکت دے (یعنی کسب کر) میں تجھ پر رزق نازل کرونگا ،

۳ ، اللہ پاک اپنے بندے کو کسب و حرفت کرتے ہوئے دیکھنا پسند کرتا ہے ،،

۴ ، اللہ تعالیٰ بے کار نوجوان پر ناراض ہوتا ہے ،،

۵ ، جو شخص اپنی روزی کے لئے کوشش کرتا ہے وہ گویا اللہ کی راہ میں ہے

حضرت فاروق اعظم رض کا فرمان ہے

ادنیٰ سے ادنیٰ کسب گداگری سے بہتر ہے

۲ ، حضرت عمر فاروق رض فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی ایسے آدمی کو دیکھتا ہوں جو مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے تو میں اس سے پوچھتا ہوں تو کیا کسب کرتا ہے اگر اس کا جواب نفی میں ہوتا ہے تو وہ میری نظر سے گر جاتا ہے ،

۳ ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یمن کے بعض لوگوں سے ملے آپ نے پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا ہم متوکل ہیں ، آپ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا متوکل تم نہیں ہو ، وہ شخص متوکل ہے جو زمین میں دانہ ڈالے اور خدا پر بھروسہ رکھے ،

تجارت اور کسب ، انبیا و صلحا کا طرز عمل رہا ہے

حضرت آدم علیہ السلام زراعت کرتے تھے ، حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزاز تھے حضرت داؤد علیہ السلام لوہار تھے اور زرہ بکتر بناتے تھے ، حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود بادشاہ ہونے کے زنبیل بناتے تھے حضرت ادریس علیہ السلام خیاط اور حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجارت فرماتے تھے آپ نے عرب سے ملک شام تک تجارت فرمائی

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ،

اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے ،،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اربعہ تجارت و کسب میں سب مسلمانوں کے نمونہ ہیں ۔ حضرت صدیق اکبر کپڑے کی تجارت کرتے تھے ، مقام سنخ میں آپ کا کارخانہ تھا ۔ حضرت عمر فاروق کی تجارت ایران تک پھیلی ہوئی تھی

حضرت عثمان غنی رض غلہ اور گیہوں کے مشہور تاجر تھے اور حضرت علی رض کتابت اور مزدوری فرماتے تھے ،،

حضرت فاروق اعظم رض طلبہ کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے ،

ہمت بلند رکھو ، پست حوصلہ مت بنو نیکیوں کو برقرار رکھنے والی چیز کی طلب کرو معاش کی راہیں کشادہ ہیں تم لوگ مفت خورے رہ کر مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو ،، کشف الغمہ ،،

صحابہ کرام کے بعد تابعین کا رجحان بھی تجارت اور کسب ہی کی طرف تھا حضرت امام اعظم رح کپڑے کی تجارت کرتے تھے بڑے بڑے محدثین اور ائمہ وقت تعلیم و تدریس کے علاوہ کوئی نہ کوئی تجارتی مشغلہ رکھتے تھے

کسب و تجارت پر علما کا اجماع ہے

حضرت امام شعرانی رح فرماتے ہیں کہ

علماء نے اجماع کیا ہے کہ کسب واجب ہے اور اس پر تاکید کی جاتی ہے، نیز یہ ایمان کے رتبہ سے ملا ہوا ہے

(۲) مشائخ سلف نے حسب اتباع قرآن عظیم اور سنت نبویہ کسب و حرفت کی ترغیب و تحریص دلائی ہے

(۳) کتاب انوار القدسیہ میں لکھا ہے
"اور جاننا چاہئے کہ اہل زہد و عبادت کا تجارت کرنا اور دنیوی کاروبار کرنا زہد کے ... ہے، دنیوی کام بھی آخرت کے لئے ہے،

صحابہ کرام، اور سلف صالحین کی تجارت اور دولت اس پر دلیل ہے، قرآن مجید میں اسی طرف اشارہ ہے

"یہ مسلمان وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ کے ذکر سے کوئی تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی — (سورۃ نور)

دنیا کی دولت اگر سخاوت، ایثار اور خدمت دین کے کام آئے تو وہ آخرت سے ہی متعلق ہے

تجارت و کسب کے لئے دور دراز مقامات پر جاؤ

اللہ جل شانہٗ نے انسانوں کے لئے سمندروں کو مسخر کیا ہے اور تجارتی راہیں کھول دی ہیں، انہیں ترغیب دی ہے کہ وہ ان راہوں پر چل کر روزی تلاش کریں اور اللہ کا شکر ادا کریں چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے

"تمہارا پروردگار وہ ہے جو سمندر میں تمہارے لئے جہاز اور کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل (رزق، دولت) کو تلاش کرو،

اور سورۃ جمعہ میں ارشاد ہے

"جب نماز جمعہ ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو"

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر خازن میں بیان کیا گیا ہے "تجارت اور ضروریات زندگی کے حاصل کرنے کیلئے زمین میں پھیل جاؤ،

نیز مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں فضل سے مراد رزق ہے، گویا رزق و دولت اور اس کے حاصل کرنے کا عمل یعنی تجارت اللہ کے فضل و رحمت کا باعث ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں تمام ارض کائنات اور اس کے چھپے ہوئے خزانے مومن کی سعی و عمل کے منتظر ہیں

(۱) رزق کے لئے کوشش کرو اللہ نے تم پر کوشش فرض کی ہے

(۲) زمین کے پوشیدہ مقامات میں رزق کی تلاش کرو

(۳) کھیتی کرو، کھیتی باڑی مبارک ہے

(۴) کپڑے کی تجارت کرو، کیونکہ کپڑے کے تاجر کو یہ بھلا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ خوش حال رہیں" (کنز العمال)

حلال اور پاکیزہ کمائی کی ترغیب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب حلال اور پاکیزہ کمائی کی طرف خاص توجہ دلائی ہے

(۱) عبادت کے ستر دروازے ہیں، پاکیزہ کمائی ان سب سے افضل ہے

(۲) پاکیزہ مال حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

(۳) پاکیزہ رزق حاصل کرنا ثواب میں جہاد کی مانند ہے"

(۴) پاکیزہ کسب اختیار کرنا دینی فریضہ کے بعد سب سے پہلا فریضہ ہے"

(۵) سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو تم اپنے کسب سے حاصل کرو

(۶) وہ دولت اچھی ہے جو تقویٰ کی معاون ہو"

(۷) وہ جسم جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہوگی جنت میں نہ جائیگا"

زکوٰۃ اور صدقات کا مدار بیشتر تجارت اور کسب پر ہے

زکوٰۃ اسلام کا عظیم رکن ہے، اسلام کی مالیات کا زیادہ تر انحصار زکوٰۃ پر ہے اور زکوٰۃ کا انحصار قوم کی مالی اور تجارتی خوش حالی پر ہے

(۱) اے مسلمانو! (اللہ کی راہ میں) اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو

(۲) اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جو زکوٰۃ ادا کرو گے اس کا بدلہ دگنا دیا جائیگا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے"

زکوٰۃ سے مال کم نہیں ہوتا اور خیرات سے مال ضائع نہیں ہوتا

حاصل یہ کہ تجارت اور کاروبار [illegible]

رہنا ضروری ہے اور جو پاک مال حاصل کریں اس پر خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہیں کوشش کرنے کی توفیق اور وسیلے بخشے اور اس مال کا ضروری حصہ دین کے کاموں میں خرچ کریں، تاکہ اللہ جل شانہ مال میں فراخی اور برکت عطا فرمائے

تاجر کی فضیلت

۱، ایسا تاجر جو امین ہو، سچا ہو، اور مسلمان ہو، قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا

۲، راست باز تاجر قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا،

مسلمانو! اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ تاجر قیامت میں شہیدوں کے ساتھ ہوگا اور عرش الٰہی کے سایہ میں رہیگا،

اب ذرا تجارت چھوڑنے کا نتیجہ بھی معلوم کر لیجئے، حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں، جس نے بازار تجارت چھوڑ دیا اس کا رتبہ جاتا رہا اور وہ بدنام ہوگیا

حدیث شریف میں آیا ہے

کہ "ایسا نہ ہو مفلسی اور محتاجی کفر تک لے جائے"

لہذا ہر انسان کو مفلسی سے بچنے کے لئے ہر ممکن کوشش کے ساتھ تجارت صنعت، حرفت، محنت مزدوری، غرضکہ کچھ نہ کچھ کر کے پاکیزہ مال حاصل کرتے رہنا چاہیئے، بیکاری سب سے بڑی بدنامی ہے ———

تاجروں کیلئے ہدایات

ہر اس تاجر کے لئے جو اپنی تجارت کو چار چاند لگانا چاہتا ہے اور کاروبار کو دور دراز ملکوں میں پھیلا کر کثیر نفع اور برکت کا خواہش مند ہے نیچے لکھی ہوئی ہدایات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے

۱، جب آپس میں ایک مقررہ مدت تک ادھار کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو

۲، خرید و فروخت کرتے وقت گواہ کر لیا کرو،

۳، آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ، ہاں اس صورت میں کہ تمہاری باہمی رضامندی سے کوئی مشترکہ تجارت ہو،

۴، ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کرو،

۵، سیدھی ترازو سے تولا کرو

۶، لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو،

۷، اللہ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے

چونکہ سود کا مقصد خود فائدہ اٹھانا اور دوسرے کو برباد کرنا ہے اس لئے اسے حرام قرار دیا گیا،

حدیث شریف میں آیا ہے،

۱، کم ہمت تاجر ناکام رہتا ہے اور مستقل مزاج تاجر کامیاب رہتا ہے،

۲، حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پاکیزہ ترین کمائی تاجروں کی ہے، اچھے تاجروں کی خصلتیں یہ ہیں کہ،

گفتگو کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے، جب ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے تو خیانت نہیں کرتے، اور جب وعدہ کرتے ہیں تو اسے توڑتے نہیں، اگر خریدتے ہیں تو اس چیز کی برائی نہیں کرتے، اور بیچتے ہیں تو اس کی بے حد تعریف نہیں کرتے اگر ان پر کسی کا قرض ہوتا ہے تو دیر نہیں کرتے اور اگر ان کا روپیہ کسی کے ذمہ ہوتا ہے تو اس پر سختی نہیں کرتے

حرفِ آخر

آخری بات یہ ہے کہ تجارت اور کسب و حرفت میں ہر ممکن کوشش کیجئے انفرادی اور اجتماعی دونوں حالتوں میں غیر قوموں سے آگے بڑھئے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ دنیا طلبی کا انہماک آپ سے دین کو نہ بھلا دے، اسلامی زندگی کے سب فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیجئے، عبادت کے وقت عبادت اور تجارت کے وقت تجارت ہونی چاہئے "، چنانچہ ارشاد باری ہے

"، اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو تجارت اور خرید و فروخت میں مصروف رہ کر اللہ کے ذکر، قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں رہتے، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جب دل اور آنکھیں پھر جائیں گی، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی اچھی جزا دے گا، اور اپنے فضل سے بہت زیادہ دیگا، اور اللہ بے حساب رزق دینے والا ہے

. . . .

تعارف و تبصرہ

روسی الحاد

تصنیف — مولانا الطاف الرحمٰن، بنوں

قیمت — ۱۲ روپے

ملنے کا پتہ — مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک — ضلع پشاور

عیسائی دنیا کی مذہبی پاپائیت اور معاشی ناہمواری کے خلاف جو انتقامی لہر اٹھی، وہ کمیونزم اور سوشلزم کے نام سے آج دنیا میں متعارف و مشہور ہے اور روس (چین) سمیت کئی ممالک اور قومیں اس انتقامی نظام کو اپنا رہی ہیں، اہل اسلام کو چھوڑ کر باقی دنیا دو واضح دھڑوں میں بٹی ہوئی ہے ایک طبقہ امریکہ کی قیادت میں اسی استبدادی اور فرعونی سرمایہ داری کا علمبردار ہے جسکی تباہ کاریاں مشہور عالم ہیں اور دوسری دنیا اس انتقامی نظام کی خرمستیوں کا شکار ہے، رہ گیا عالم اسلام تو اس کے حالات جو کچھ ہیں ان کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے، دنیائے کمیونسٹ جسکی باگ ڈور روس کے ہاتھوں میں ہے اس کے خلاف مذہبی طبقوں کا شدید ردعمل لابدی اور فطری ہے اور افغانستان کے حالیہ حالات نے اس ردعمل کو اور شدید بنا دیا ہے، فکر و نظر کی حد تک بہت کچھ کہا اور سنا جا رہا ہے لیکن ایسا کوئی نہیں جو مولانا عبید اللہ سندھیؒ بن کر اس بے راہ رو معاشرہ کو اسلام کے نظامِ عدل سے آگاہ کر سکے اور انہیں بتا سکے کہ تمہاری بنائی ہوئی راہ بالآخر تمہیں لے ڈوبے گی،

یہ بات بتانے کے لئے اسلامی دنیا میں فکر و عمل کی وابستگی از بس ضروری اور لازمی ہے، اور اس کا انتظار ہے کہ ایسا کب ہوتا ہے؟۔

زیر تبصرہ کتاب درس نظامی کے ایک فاضل کے قلم سے ہے کتاب کے دو صد کے قریب صفحات ہیں اور چھ ابواب ہر باب میں متعدد ضمنی مباحث ہیں جن میں اس فکر و فلسفہ کی ابتدا اور ارتقاء مسلسل کی داستان ہے، ماضی کے ساتھ مستقبل کے ناپاک عزائم پر گفتگو کی گئی ہے اور صورت حال کی سنگینی سے متنبہ کیا گیا ہے، موصوف کا ماخذ بالعموم وہ لٹریچر ہے جو اس ضمن میں چند سالوں سے اس دیار میں سامنے آیا ہے، ایک مخلص و متدین عالم دین ہونے کی حیثیت سے موصوف کی یہ کاوش قابل قدر ہے، جس پر وہ اور دارالعلوم کے مدرس فاضل دوست مولانا سمیع الحق صاحب مستحق تبریک ہیں جن کی سعی سے مؤتمر کی یہ گیارہویں کتاب مارکیٹ میں آئی ہے دینی مدارس کے ارباب حل و عقد ضروری لٹریچر کی طرف توجہ کریں تو فکری یلغار کے اس دور میں بڑا کام ہو سکتا ہے امید ہے کہ یہ کتاب شوق سے پڑھی جائیگی اور بہتر مستقبل کے لئے مہر جوڑ کر کچھ ہو جائیگا،

صدیقی ٹرسٹ کراچی کے رسائل

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت جس سے لینا چاہے لے لے، کراچی کا صدیقی ٹرسٹ اس لحاظ سے قابل رشک ہے، کہ اس نے ان گنت چھوٹے چھوٹے پمفلٹ چھاپ کر ہزاروں کی تعداد میں ملک میں مفت تقسیم کئے ہیں مفت تقسیم ہونے والے رسائل کی تعداد بلاشبہ لاکھوں تک پہنچ جائیگی

تازہ ترین فہرست کے مطابق اب تک تقسیم ہونے والے رسائل کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے، یہ رسائل عقائد و اعمال اقتصاد، معاشرت، تہذیب اور تمدن وغیرہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ہیں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب، جیسے حضرات کے یہ رسائل جس خوبصورتی کے ساتھ لکھوائے اور چھپوائے جاتے ہیں، وہ ٹرسٹ کے ٹرسٹی حضرات کی خوش ذوقی اور دینی خدمات کے جذبہ صادقہ کی غمازی کرتے ہیں، ہمیں

امید ہے کہ اہل خیر وصلاح اس کار خیر میں ٹرسٹ کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ یہ سلسلہ خیر جاری رہے اہل خیر زیادہ سے زیادہ ان رسائل کو حاصل کرکے اپنے اپنے حلقہ میں تقسیم کا اہتمام کریں تو نئی نسل ہلکے پھلکے لٹریچر سے استفادہ کرکے اپنے دین کے قریب آسکیگی،

ہم دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت ٹرسٹ کے ارباب حل وعقد کو بہترین اجر سے نوازے،

ادارہ کریمیہ اندرون شیرانوالہ گیٹ کی مطبوعات

قاری عبدالکریم صاحب کی زیر نگرانی ادارہ کریمیہ لاہور مختلف مطبوعات پر مختصر دینی لٹریچر چھاپ رہا ہے جنمیں سے کئی ایک چیزوں پر پہلے تبصرہ ہوچکا ہے اسوقت "سورۃ والضحیٰ" کی تفسیر، فلسفہ موت، اظہار حق، مقام رحمت، حکیم الامت اور مولانا احمد رضا نامی رسائل پیش نظر ہیں، پہلا رسالہ حضرت مولانا عبیداللہ انور کے افادات پر مشتمل ہے اور اس قرآنی سورت کے معانی ومفہوم اور تاثیر وبرکات اور بزرگان دین کے معمولات پر مشتمل ہے ہمارے خیال میں بڑی قیمتی چیز ہے"

فلسفہ موت : قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تقاریر ہیں جو شہ کے دورہ پاکستان میں کی گئیں ان نوادرات کا جمع کردینا بڑی دینی خدمت ہے اظہار حق: بعض اختلافی مسائل پر مولانا محمد حنیف کے قلم سے علمی رسالہ ہے جبکہ مقام رحمت مولانا مفتی محمد کلیم اللہ صاحب کے قلم سے حضور علیہ السلام کی رحمۃ للعالمینی کے بیان پر مشتمل ہے، اور آخری رسالہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ پر لگائے گئے الزامات کا شافی جواب ہے، یہ رسائل حاصل کرکے پڑھیں اور ناشر کی حوصلہ افزائی کریں"،

فوائدِ حسینیہ

مولانا سید بادشاہ گل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے یہ رسالہ سلوک وتصوف کے اسرار ورموز پر مشتمل ہے جسے جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک نے شائع کیا اور وہیں سے /۴ روپیہ میں دستیاب ہے مولانا موصوف حضرت مدنی سے نسبت رکھتے تھے اور اپنے والد بزرگوار سے بھی استفادہ کیا تھا، ہر دو حضرات کے ملفوظات مبارکہ کے ساتھ ساتھ سلوک وتصوف کی بعض اہم کتابوں کو سامنے رکھ کر یہ گلدستہ طیار کیا ہے جو اپنی معنوی حیثیت سے بڑا قیمتی ہے اور ہمیں امید ہے کہ اسکی قدر کی جائیگی"،

بادل اور بجلی

اسلام کے صدر اول میں اپوزیشن کے طور پر جس جماعت نے کردار ادا کیا وہ مختلف زاویوں سے اب تک مصروف عمل ہے، صحابہ علیہم الرضوان پر عدم اعتماد اور قرآن کی تحریف کے شاخسانوں کی بنیاد پر ارتقائی مراحل طے کرنے والے فکرو فلسفہ پر بڑی مضبوط گرفت کا حامل یہ رسالہ ۷/۵۰ روپیہ میں جناب ڈاکٹر شاہ صاحب ۵/۸/۸ ماڈل کالونی کراچی ۲۷ سے دستیاب ہے

بقیہ ہہ حضرت نانوتوی رح

کوئی مجھکو یہ تو سمجھاؤ کہ سمجھائیں گے کیا تو حضرۃ والا نے اس کے جواب میں ایک طویل مکتوب گرامی غالب ہی کی اس غزل کے شعر سے مزین تحریر فرمایا،

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
میں کہونگا حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا،،

بقول جناب نشیر کوٹی صاحب آپ نے طنز کا جواب اس شعر سے دیکر ترکی بترکی کا کام کیا ہے"،

یہ تو تھا مشت از نمونہ خروار، اسی طرح آپ کے بیسیوں خطوط ومکتوبات جمال قاسمی، فیوض قاسمی وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں،

علماء کی مخالفت

آج چودھویں صدی میں جو علمائے کرام پیغام حق کتاب وسنت سے نکال کر پہنچا رہے ہیں ان کے خلاف شیاطین ملعونین عوام الناس سے مخالفت کرا رہے ہیں جو علماء کرام کتاب وسنتہ سے احکام پہنچاتے ہیں، انہیں وہابی بنا دیتے ہیں، وہابی کا لفظ ایک ہوّا بنا رکھا ہے ورنہ وہابیت کیا ہے اس کے معنی! علماء کو بھی معلوم نہیں کیونکہ سارے نصاب تعلیم عربیت میں وہابی کی تاریخ ہے ہی نہیں، اب ساری عرضداشت کہ وہابیت کی تاریخ علماء کو بھی معلوم نہیں اور ہر جاہل کے منہ میں وہابیت کا لفظ ہے شیطان کس طرح لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے حضرت لاہوریؒ

بقیہ : احادیث الرسولؐ

قبروں سے اٹھنا سورۂ یاسین میں مرقوم ہے۔ اعمال کا تلنا سورۂ انبیاء میں مرقوم ہے، مشرک و کافر کی عدم بخشش کا واضح اور دوٹوک فیصلہ سورۂ نساء میں موجود ہے اور باقی گنہگاروں کے لیے مغفرت و معافی کا انحصار اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہے، سزا دے کر معاف کرے اس کی مرضی، بغیر سزا معاف کر دے اس کی مرضی۔

ان تفصیلات سے موت اور موت کے بعد کی زندگی کے مختلف مراحل واضح ہوتے ہیں اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ موت کے بعد خیر و فلاح کا انحصار انسان کے ایمان و اعمال صالحہ پر ہے — ایمان کی درستگی عقیدہ کی اصلاح استقامت فی الدین توفیق الٰہی پر منحصر ہے اور اعمال صالحہ کی توفیق بھی وہی بخشتا ہے۔ انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے۔ زندگی میں اس سے لغزشیں اور خطائیں ہوتی ہیں۔ ارحم الراحمین نے توبہ اور طلب مغفرت کو اس کا ذریعہ بتلایا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو توبہ کر لیتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کسی نے گناہ نہیں کیا۔ توبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم سورۂ تحریم میں موجود ہے۔ کہ تم "توبہ نصوح" سے کام لو جس کا معنیٰ ہے مخلصانہ توبہ۔ اور سورۂ نساء میں ہے کہ جہالت و ناواقفیت کی وجہ سے جرائم کا ارتکاب کرنے والے لوگ جونہی ان کا ضمیر انگڑائی لیتا ہے اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر نظرِ شفقت فرماتے اور ان کی توبہ قبول کر لیتے ہیں لیکن مسلسل گناہ آلود زندگی گزارنے والے موت کے فرشتے سامنے آنے پر توبہ توبہ جو کرتے ہیں تو وہ توبہ قبول نہیں ہوتی۔ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے آپ کو اس کے لیے تیار رکھے اور توبہ و استغفار سے کام لے تاکہ قبر و آخرت کی منزلیں آسان ہوں۔ چونکہ قرآن و سنت کے نقطہ نظر سے موت کا کوئی وقت متعین نہیں اس لیے اپنی صفائی ہر وقت ضروری ہے اور جوں جوں انسان کی صحت و عمر کا معاملہ دگرگوں ہونے لگے تو اس وقت ایسا کرنا اور پورے اہتمام سے کرنا اور ضروری ہے۔ حضور علیہ السلام کے عمل سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ کو اس کا کتنا احساس تھا اور اس احساس کی بنیاد امت کے لیے اسوہ اور نمونہ تھا کیونکہ آپؐ اللہ کے نزدیک ہر قسم کے گناہوں سے پاک صاف تھے — اللہ تعالیٰ اپنے رحم سے ایمان کی موت سے سرفراز فرمائیں اور دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنی ذات کے ساتھ معاملہ درست و صحیح کرنے کی توفیق دیں۔

میری ذمہ داری

میں عرض کیا کرتا ہوں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ہرگز ہرگز اپنے آپ کو آپ میں سے کسی سے بہتر نہیں سمجھتا ممکن ہے کہ میں آپ سب سے زیادہ گنہگار ہوں یہ میرا حال ہے یہ نعمت مجھے اللہ کے فضل اور اپنے بزرگوں کی برکت سے نصیب ہوئی ہے اللہ تعالیٰ میرے ان بزرگوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے میرے بزرگوں نے مجھے اجازت دے رکھی ہے کہ میں دوسروں کو اللہ کا نام لینا سکھاؤں میں کسی کو نہیں بتاتا اسے بتلا دیتا ہوں میں اپنے شیخ کی طرف سے وکالتاً اللہ کا نام بتلاتا ہوں یہ میری ذمہ داری ہے کہ جن احباب کا مجھ سے تعلق ہے ان کی رہنمائی کروں تاکہ ہم سب اللہ کے سامنے سرخرو ہو کر جائیں۔

(حضرت لاہوری قدس سرہ)

خصوصیات: کشادہ سڑکیں، بجلی، بوائے اینڈ گرلز سکول، مسجد، پٹرول پمپ، پارک، ۲۴ گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت

طریقہ حصول پلاٹ و ادائیگی: کل قیمت کا ½ حصہ بطور بیعانہ ادا کر کے قبضہ حاصل کریں۔ باقی ½ حصہ اندر ۳ ماہ بمعہ خرچہ رجسٹری ادا کر کے رجسٹری حاصل کریں۔

قیمت: ۱۵۰۰/ روپے تا ۲۵۰۰ روپے فی مرلہ

نوٹ: سائٹ آفس روزانہ ½ ۷ صبح تا ½ ۷ بجے شام کھلا رہتا ہے۔

رابطہ کے لئے

۱۔ محمد ازہر صدیق، حاجی محمد بشیر سائٹ آفس اجمل ٹاؤن بائی پاس روڈ، گوجرانوالہ

۲۔ عبدالرحمن پراپرٹی ڈیلر گلی شیخاں والی، کھنڈ بازار، گوجرانوالہ

۳۔ محمد اشرف، محمد رفیق فون ۷۴۶۹۳ - ۷۰۴۰ شیخ عبدالمجید فون ۷۳۸۷۸